THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT
Monday, November 12, 2012
(87th Session)
Volume XI No. 03
(Nos.01-10)

CONTENTS

Pages
1. Recitation from the Holy Quran. ………...……. 1
2. Leave of Absence……………………………….. 2
3. Condolence Resolution on the sad Demise of Syed Iqbal Haider Ex-Senator…………………. 3-10
4. Points of order:
    i) Continued Wave of Target killing……….. 11
    ii) DRA Bill ………………………….. 13
5. Further Discussion on Law and Order Situation in Karachi, Balochistan and Gilgit-Biltistan………. 14-40

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume XI SP.XI(03)/2012
No.03 15

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, November 12, 2012

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at forty six minutes past four in the evening with Mr. Presiding Officer (Molana Abdul Ghafoor Haideri) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا
فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝٥١ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ
اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا
نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٥٢
صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ
الْاُمُوْرُ ۝٥٣

ترجمہ۔ اللہ رب العزیز کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شان نبوت سے سرفراز فرما دے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسیٰ علیہ والسلام سے طور سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اس کے اذن

سے جو اللہ چاہے وحی کرے (الغرض عالم بشریت کے لئے خطاب الہٰی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہوگا)، بیشک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے۔ سو اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح (قلوب و ارواح) کی وحی فرمائی (جو قرآن ہے)، اور آپ (وحی سے قبل اپنی ذاتی درایت و فکر سے) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان (کے شرعی احکام کی تفصیلات کو ہی جانتے تھے جو بعد میں نازل اور مقرر ہوئیں) مگر ہم نے اسے نور بنا دیا۔ ہم اس (نور) کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت سے نوازتے ہیں، اور بیشک آپ ہی صراط مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتے ہیں۔ (یہ صراط مستقیم) اسی اللہ ہی کا راستہ ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے۔ جان لو! کہ سارے کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

(سورۃ الشوریٰ آیات! ۵۰ تا۵۳)

Leave of Absence

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ رخصت کی درخواستوں کو نمٹاتے ہیں۔ جناب میاں رضا ربانی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ آٹھ نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب امرجیت صاحب ذاتی مصروفیت کی بنا پر مورخہ چھ نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: کرنل سید طاہر حسین مشہدی نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ بارہ تا سولہ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب راجہ محمد ظفر الحق صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ آٹھ نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب عبد الحسیب خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ چھ نومبر کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: سردار فتح محمد محمد حسنی نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ بارہ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب محمد یوسف بلوچ نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ بارہ نومبر کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Condolence Resolution

On the Sad Desmise of ex-Senator Syed Iqbal Haider

سینیٹر محمد جہانگیر بدر (قائد ایوان): جناب چیئرمین! آپ مجھے اجازت دیں۔ میں ایک condolence resolution ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

This House expresses its profound grief and shock on the sad demise of former Senator Syed Iqbal Haider. Late Ex-Senator Syed Iqbal Haider was a seasoned Parliamentarian. He remained member of the Senate from the Province of Sindh from 1991 to 1999. He also served as a Minister for Law and Justice from 1993 to 1994 and as Co-Chairman of Human Rights Commission of Pakistan. He made useful contribution to the discussion in the Senate and services rendered by him would long be remembered. We pray to Almighty Allah to shower His infinite blessings on the departed soul. May his soul rest in eternal peace and may God give his family strength and fortitude to bear this irreparable loss.

Mr. Chairman, I request you to please send a copy of this resolution to the bereaved family. Thank you.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: یقیناً اقبال حیدر صاحب ایک سیاسی کارکن اور سیاسی جد وجہد پر یقین رکھنے والے ایک انتہائی senior parliamentarian تھے۔ ان کی خدمات اس ملک و قوم کے لیے عظیم تر ہیں۔ ان کی فوتگی سے یقیناً ایک خلا پیدا ہوا ہے۔ ان کی خدمات پر جہانگیر بدر صاحب نے جو تعزیتی قرارداد پیش کی، اگر کوئی اور صاحب بھی اس ضمن میں مرحوم کو خراج تحسین پیش کرنا چاہے تو وہ پیش کر سکتے ہیں۔ آخر میں ہم ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا بھی کریں گے۔ جی۔

جناب سردار طالب حسن نکئی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب اقبال حیدر صاحب ایک عظیم شخصیت تھے۔ مجھے بھی ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ وہ نہ صرف عظیم بلکہ قابل شخصیت بھی تھے۔ انہوں نے پارلیمنٹ میں فعال کردار ادا کیا۔ ان کی ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ پارلیمنٹ کا ماحول اچھا رہے کیونکہ وہ پارلیمانی امور کے وزیر بھی تھے اور وزیر قانون بھی رہے۔ آج صبح جب یہ پڑھا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے، ہمیں ایک بہت سخت دھچکا لگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب کرے۔ ان کے بلندی درجات کے لیے ہمیں دعا کرنی چاہیے۔ میں اپنی جماعت پاکستان مسلم لیگ کی طرف سے بھی اظہار افسوس کرتا ہوں۔ مہربانی۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب پریذائیڈنگ آفیسر! جس طریقے سے اقبال حیدر صاحب کی بات کی گئی ہے۔ ۹۷ء میں ہم اکٹھے بھی رہے ہیں۔ اس کی شخصیت اور جدوجہد کو چاہے سیاسی ورکر کی حیثیت سے دیکھا جائے یا انہیں وکیل کی حیثیت سے دیکھا جائے یا ہیومن رائٹس کے حوالے سے دیکھا جائے، ان کی بہت زیادہ جدوجہد تھی۔ اس نے اپنی ہر field میں بہت محنت سے کام کیا ہے۔ خصوصاً ابھی جو کراچی کی صورت حال ہے، اس پر وہ جس طرح بات کرتے تھے، اسے face کرتے تھے، وہ قابل تحسین ہے۔ عوامی نیشنل پارٹی، ہمارے قائد اور ہم سب ان کے خاندان اور لواحقین کے غم و درد میں

شریک ہیں۔ اور ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اس ایوان میں legislation کے لیے اور Law Minister کی حیثیت سے پاکستان کے لیے جو خدمات سرانجام دیں، ہم ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب حمزہ صاحب۔

سینیٹر حمزہ: جناب چیئرمین! جناب اقبال حیدر صاحب پاکستان پیپلز پارٹی کے وزیر تھے اور وہ اپنی حکومت کی تائید اور حمایت میں بہت سرگرم تھے۔ میں حزب اختلاف میں موجود تھا اور اکثر اوقات ان سے اختلاف کرتا تھا لیکن وہ خندہ پیشانی سے ہماری تنقید کا جواب دیتے تھے۔ وہ ایک اچھے انسان، اچھے قانون ساز اور انسانوں سے ہمدردی رکھنے والے انسان تھے اور خصوصی طور پر انہوں نے انسانی حقوق کے ایک اہم قائد کی حیثیت سے انسانی حقوق کو بہتر بنانے کے لیے کام کیا۔ جس کے ساتھ ظلم یا زیادتی ہوتی، وہ اس کی حمایت میں بغیر کسی پارٹی کی سوچ و فکر کے کھڑے ہو جاتے تھے۔ یہ بڑے دکھ کا مقام ہے کہ وہ جس علاقے یعنی کراچی سے تعلق رکھتے تھے، وہاں روزانہ بڑی تعداد میں لوگ قتل ہو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا ہے، جو کچھ کراچی میں ہو رہا ہے، اس سے وہ بہت غمزدہ ہوں گے۔ مجھے ان سے، اس علاقے سے بلکہ پورے ملک سے ہمدردی ہے۔ وہ بہت اچھے کارکن اور leader تھے۔ میں ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کرتا ہوں اور ان کے پسماندگان سے ہمدردی کرتا ہوں، اللہ ان کو صبر دے اور مرحوم کے درجات بلند کرے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جناب کاظم صاحب۔

سینیٹر محمد کاظم خان: شکریہ، جناب چیئرمین! میں ایک واقعے سے ان کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب چیئرمین! 1981 میں جنرل ضیا الحق کے خلاف تحریک چل رہی تھی تو وکلا نے کراچی میں ایک جلوس نکالا جو جمہوریت کی تحریک کا حصہ تھا۔ اس جلوس میں اقبال حیدر مرحوم ہمارے شانہ بشانہ آگے آگے تھے اور وہ اس جلوس میں زخمی بھی ہوئے۔ جب وہ زخمی ہوئے تو مجھے ان کو علاج کے لیے ہسپتال لے جانے کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے علاج کے بعد ان کو گھر چھوڑا، یہ ایک واقعہ میرے ذاتی مشاہدے میں تھا کہ انہوں نے شروع سے ہی جمہوریت کے لیے بڑی جدوجہد کی ہے۔ میں ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور ان کے ورثا سے اظہار ہمدردی کرتا ہوں۔ اللہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ ثریا امیر الدین صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں آج اس حادثے پر بہت رنج و غم کا اظہار کرتی ہوں۔ اقبال حیدر صاحب Human Rights Commission of Pakistan میں ہمارے ساتھ تھے۔ وہ بہت کام کرنے والی اور ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ وہ پاکستان پیپلز پارٹی کے بھی leader تھے۔ ان کی اچانک موت نے ہمیں افسردہ کر دیا ہے۔ میں اپنی، تمام senators اور اپنے خاندان کی جانب سے اظہار تعزیت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ڈاکٹر کریم خواجہ صاحب۔

سینیٹر کریم احمد خواجہ: جناب چیئرمین! مہربانی۔ اقبال حیدر صاحب کا کل انتقال ہوا، وہ پاکستان میں liberal, progressive and egalitarian society کی struggle کی نشانی کے طور پر جانے جائیں گے۔ پاکستان پیپلز پارٹی سے ان کا تعلق رہا ہے اور میں سیاسی جدوجہد میں ان کے ساتھ رہا ہوں۔ اللہ ان کو جنت میں جگہ دے۔ وہ اچھے writer تھے، ان کی وفات سے پاکستان کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ وہ student politics میں رہے اور انہوں نے mass politics میں بھی بہت کام کیا ہے۔ اللہ ان کو جنت میں جگہ دے۔ شکریہ۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: جزاک اللہ۔ جناب مشاہد حسین سید صاحب۔

سینیٹر مشاہد حسین سید: جناب چیئرمین! شکریہ۔ پہلے تو آپ کو مبارک ہو you are in the Chair. سید اقبال حیدر صاحب کی بہت contributions تھیں۔ وہ ایک دلیر اور دبنگ آدمی تھے and he had a courage of convictions. ان کا تعلق بنیادی طور پر progressive politics سے تھا۔ وہ معراج محمد خان صاحب کے ساتھ National Liberation Front میں as Secretary General رہے۔ میں ان کو تیس سال سے جانتا تھا جب میں Editor of “The Muslim” Islamabad تھا۔ ایک اور چیز کہ جب وہ حکومت میں آئے، Minister for Law بھی رہے لیکن انہوں نے کبھی سرکاری سچ نہیں بولا۔ ایک مرتبہ جب وہ Minister of Law تھے تو کسی سیاسی قیدی کا issue تھا اور اس کا production order جاری کرنا تھا جس کی سرکاری طور مخالفت ہو رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ production order ایک right ہے کہ those political prisoners should be produced in the Parliament. انہوں نے حکومت کی مخالفت لیتے ہوئے یہ stand لیا اور اصولی مؤقف اختیار کیا کیونکہ وہ انسانی حقوق کے علمبردار تھے جس کی وجہ سے ان کو as Law Minister استعفی دینا پڑا۔ وہ ایک بااصول آدمی تھے اور انسانی حقوق کے لیے ان کی بڑی خدمات تھیں، وہ Human Rights Commission کے Chairman بھی رہے۔ وہ ایک نفیس اور شائستہ انسان تھے اور اپنے views پر کھل کر بات کرتے تھے، ان کی باتوں میں منافقت کا کوئی عنصر نہیں ہوتا تھا۔ پاکستان کی پارلیمنٹ، پاکستان کی جمہوری سیاست اور پاکستان میں انسانی حقوق کے حوالے سے بھی ان کی بہت contributions ہیں and we will all miss him a lot. Thank you very much.

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ایوان میں قرارداد متفقہ طور پر pass ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائیں۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: بلوچستان، کراچی، گلگت بلتستان میں target killing کے حوالے سے ایک تحریک پر بحث جاری ہے۔

(مداخلت)

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: ہمایوں صاحب، میرے خیال میں اس کے بعد لیں تو اچھا ہو گا چونکہ یہ تحریک بہت دور تک چلی گئی کہ ایک ہم کسی درجے میں بحث مکمل کر لیتے ہیں تو پھر ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بہتر ہو گا کہ اگر اس پر کوئی بات کرنا چاہے تو بات کر لے اور اگر نہیں بولنا چاہتا تو پھر وزیر صاحب اس کو windup کریں گے۔ اس لیے ہم آگے چلتے ہیں۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: میرا چھوٹا سا point of order تھا۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اس طرح سب کے points of order لینے پڑیں گے۔ آپ بسم اللہ کریں۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: جناب! آپ کا شکریہ۔ جناب! میں سینیٹ کی Standing Committee of Finance کا Member ہوں۔ ہماری meetings ہوئی تھیں، اس میں regarding development projects of Sindh and Balochistan ایک sub–

committee بنی تھی، اس کے convener سردار فتح محمد محمد حسنی صاحب تھے، میں اور میڈم کلثوم صاحبہ اس کے Members ہیں۔ اسی دوران بلوچستان کے حوالے سے کافی باتیں سامنے آئیں، ایک اہم بات جو ہمارے لیے انکشاف کی حیثیت رکھتی ہے، بلوچستان کے محی الدین مری صاحب Planning Commission کے Member ہیں، ہم نے ان سے استفسار کیا تھا کہ Federal Government کے funded projects جو Balochistan Government چلا رہی ہے، ایک وہ projects ہیں جو Federal Government خود وہاں پر کر رہی ہے، وہ نہیں، وہ projects جن کے لیے Federal Government نے پیسے دیے ہیں اور بلوچستان حکومت ان کو مختلف departments کے ذریعے کرا رہی ہے، ہم نے کہا کہ ان کی ہمیں detail دیں۔ انہوں نے ان کی detail دی تو اس میں 2002 سے لے کر 2012 تک یعنی دس سال کا عرصہ بنتا ہے، یہ تقریباً 60 ارب روپے کے projects بنتے ہیں، اس میں یہ detail بھی سامنے آئی ہے کہ 48 ارب روپے صوبائی حکومت کو transfer ہو چکے ہیں۔ اس دس سال کے عرصے میں پیسے بھی خرچ ہوئے ہیں لیکن مزید پتا چلا کہ on ground کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم نے اس سلسلے میں پچھلی meeting میں Chief Secretary Balochistan کو بلایا لیکن وہ نہیں آئے، آپ کو پتا ہے اور آپ اس House کے Member ہیں، ایوان بالا یا ایوان زیریں ہو، یہ Parliament کسی کو بھی یہاں پر accountability کے حوالے یا کسی بھی حوالے سے بلا سکتی ہے۔ ایک طرح سے اس ایوان کی تضحیک کی گئی ہے کہ Parliament کی ایک کمیٹی ان کو بلا رہی ہے، وہ نہیں آئے۔ ہمارے وزیر اعظم راجہ پرویز اشرف صاحب گوادر گئے تو وہاں پر Chief Secretary صاحب نے محی الدین مری صاحب جو Planning Commission میں Member ہیں اور بلوچستان کے کوٹے پر ہیں---

(اس موقع پر ایوان میں اذان مغرب سنائی دی)

سینیٹر محمد ہمایوں خان: جناب! میں مکمل کر لوں؟

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: اگر آپ دو منٹ میں مکمل کر لیں تو پھر نماز کا وقفہ کرتے ہیں۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: میں دو منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ جناب! ہم نے اس سلسلے میں دوبارہ, Chief Secretary تمام محکموں کے افسران، Secretaries اور دوسرے لوگ جو اس میں

involve رہے ہیں، ان کو دوبارہ بلایا ہے لیکن اس کا ایک reaction سامنے آیا ہے کہ جب وزیر اعظم راجہ صاحب گوادر گئے تو انہوں نے ان کی شکایت کی ہے۔ اس میں مری صاحب کا کوئی قصور نہیں ہے، مری صاحب نے اپنی duty کی ہے، ہم نے ان سے detail مانگی، انہوں نے detail دی۔ اب اس چیز کو avoid کرنے کے لیے یا پارلیمنٹ کی کمیٹی میں حاضر ہونے سے بچنے کے لیے یہ طریقے استعمال کر رہے ہیں، this is not fair. میں سمجھتا ہوں کہ ان کو ہر حالت میں کمیٹی کے سامنے آنا چاہیے، وہ accountable ہیں، ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ ان کے نہ آنے پر یا اس طرح کی حرکتوں پر ان کے خلاف privilege motion بھی لاسکتے ہیں اور ان کو ہتھکڑیاں پہنا کر لاسکتے ہیں۔

میری آپ کے توسط سے وزیر اعظم صاحب سے یہ گزارش ہے کہ یہ Chief Secretary ہمارے صوبے سے نہیں ہیں، اس کی ہم سے کوئی ہمدردی نہیں ہے، اس پیسے کی جو لوٹ کھسوٹ ہوئی ہے، اس کو avoid کرنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ ان کو remove کر کے بلوچستان کا کوئی اپنا مناسب بندہ وہاں پر depute کیا جائے۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: محترمہ کلثوم صاحبہ! آپ مختصر بات کریں۔

سینیٹر کلثوم پروین: ہمایوں خان صاحب جو کہہ رہے ہیں، اس میں issue یہ ہے کہ محی الدین مری صاحب he belongs from Balochistan, you know very well. اور اس کو as a Member جیسے ہم نے Planning Division, Finance Division and NHA والوں کو بلاتے ہیں تو تمام Members آتے ہیں، as Member آتے ہیں، مطلب ہے کہ وہ بغیر بلائے نہیں آرہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بلوچستان کا ایک بندہ یہاں بیٹھ کر ایک اچھا کام کر رہا ہے، ہمیں اس کے کام کو appreciate کرنا چاہیے نہ کہ وزیر اعظم صاحب سے ان کی شکایت کرنی چاہیے کہ اس کو اٹھا کر باہر نکالیں۔ ان کو اٹھا کر باہر نکال دیں تو پھر بلوچستان والے کیوں گلہ کرتے ہیں کہ یہاں پر ان کے لوگ نہیں ہیں۔ ہم نے اسی طرح اپنے لوگوں کی leg pulling کی تو ہم کل یہ کہنے کے حقدار نہیں ہیں کہ یہاں پر ہمارے لوگ نہیں ہیں۔ آپ اس وقت Chair پر ہیں اور آپ بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں، میری آپ سے مودبانہ گزارش ہے کہ آپ اس میں خود intervene کریں اور وہاں پر جو Chief Secretary بیٹھے ہیں، ان کی اپنی جو statement ہے یا جو بھی ہے، وہ آکر کمیٹی میں دیں۔ مجھے media پر بھی بڑا افسوس ہے کہ انہوں نے مری صاحب کا نام لے کر highlight کیا ہے کہ مری

صاحب نے یہ چیز کی ہے، وہ تو Planning Division نے highlight کیا ہے کہ یہ projects چلیں گے، یہ ongoing ہیں، ان میں اتنے پیسے آگئے ہیں اور اس میں اتنے پیسے بقایا ہیں۔ مری صاحب اکیلے نہیں ہیں، پورا Planning Division ہے، ایک مری صاحب کا نام لیا جارہا ہے یا تو ان کو جان بوجھ کر ہٹانے کی کوئی وجہ ہو گی، میں نہیں سمجھتی ۔ میں ہمایوں خان صاحب کی بات کو second کرتی ہوں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں سمجھتا ہوں کہ Chief Secretary صاحب نے زیادتی کی ہے، ایک بات یہ ہے کہ وہ آپ کی meeting میں تشریف نہیں لائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی کوئی بھی کمیٹی، کوئی بھی commission کی کہیں بھی meeting ہوتی ہے، وہ معلومات اکٹھی کرتے ہیں، ان کو مقامی لوگ ہی بتاتے ہیں کہ یہاں پر کیا ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر action لینا انتہائی نامناسب ہے، میرا خیال ہے کہ ان کو کمیٹی میں آنا چاہیے اور آپ اس کو کمیٹی میں زیر بحث لائیں اور اس کی مکمل رپورٹ سینیٹ میں پیش کریں تو یہ بہتر ہو گا۔

سینیٹر کلثوم پروین: آپ ruling دے دیں۔

جناب پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے گزارش کی ہے کہ ان کو کمیٹی میں آنا چاہیے۔ نماز مغرب کا وقفہ کرتے ہیں، انشا اللہ نماز کے بعد دوبارہ اجلاس پانچ بجکر پینتالیس منٹ پر شروع ہو گا۔

(اجلاس نماز مغرب کے لیے ملتوی کیا گیا)

[نماز مغرب کے وقفہ کے بعد اجلاس زیر صدارت جناب چیئرمین (سید نیر حسین بخاری) دوبارہ شروع ہوا]

جناب چیئرمین: جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب چیئرمین! Law and Order پر تقاریر ختم ہو گئی ہیں؟

جناب چیئرمین: Minister of Interior نے conclude کرنا تھا، انہوں نے ابھی کوئی وقت نہیں بتایا کہ کب conclude کرنے آئیں گے۔ میں اپنے آفس میں کہتا ہوں کہ ان سے ذرا

coordinate کریں، because it has been pending since September onward. میں چاہوں گا کہ وہ ہاؤس میں inform کریں کہ وہ کب conclude کریں گے، certainly in this week he will conclude the debate on that.

جناب چیئرمین: جی حمزہ صاحب۔

سینیٹر حمزہ: میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم اس پر بحث کر رہے ہیں اور اس کا مقصد تھا کہ اصلاح احوال ہو، حالات بہتر ہوں لیکن دن بدن حالات بگڑتے چلے جا رہے ہیں، یہ اچھا شگون نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: حمزہ صاحب! Leader of the House آجائیں تو ان سے پوچھ لیتے ہیں کہ وہ کب conclude کرانا چاہتے ہیں۔ جی مولانا عبدالغفور حیدری صاحب on a point of order.

Point of Order

Continued Wave of Traget Killing

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ آج بھی بلوچستان، گلگت اور کراچی agenda پر ہے، میں اس پر بول چکا ہوں لیکن امن و امان کے حوالے سے یہاں پر ہمیشہ یہ بات زیر بحث رہتی ہے کہ امن کیسے قائم کیا جائے۔ کراچی میں مسلسل target killings اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ جناب چیئرمین! تازہ واقعات آپ کے سامنے ہوں گے کہ آج سے تین روز قبل جامعہ احسن العلوم کے دورہ حدیث کے طلباء عصر کے بعد مغرب سے عشاء تک تعلیم کے وقفہ کے دوران مدرسے سے باہر مین روڈ پر کینٹین میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ وہ دہشتگردی کا نشانہ بنے، دورہ حدیث کے معصوم طلباء اور وہاں پر جو راہ گزر تھے وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ اس کے علاوہ کراچی، کوئٹہ اور دیگر مقامات پر روزانہ ایسے دلخراش اور افسوسناک واقعات رونما ہو رہے ہیں مگر قاتل گرفتار نہیں ہو رہے۔ قاتلوں کو کس کی پشت پناہی حاصل ہے؟ میرے خیال میں کراچی کے حوالے سے چند دن پہلے جو حاصل بزنجو خان صاحب نے یہاں تفصیلات بتائیں، وہ وہی عناصر ہیں کہ جب چاہیں، جس طرح چاہیں، جس کو چاہیں قتل کریں، جس سے چاہیں بھتہ وصول کریں، جسے چاہیں اغوا کریں، جب چاہیں کسی کی جائیداد پر قبضہ کریں۔

جناب چیئرمین! جامعہ احسن العلوم کے بارے میں آپ دیگر اداروں سے پوچھیں، وہ ایک خالص علمی ادارہ ہے، مادر علمی ہے، وہاں پورے پاکستان سے طلباء آکر تعلیم حاصل کرتے ہیں، مفتی بنتے ہیں، اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مولانا ضرب علی خان صاحب جو اس جامعہ کے منتظم اعلیٰ ہیں، وہ بھی علماء کے حلقے میں بہت بڑے شیخ الحدیث، بہت بڑے عالم اور ایک علمی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سے قبل اشرف المدارس میں جو حکیم اختر دامت برکاتھم عالی ہیں، وہ ایک بہت بڑے پیر اور بزرگ ہیں، وہاں Rangers والے گئے، چھاپہ مارا اور کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا، لیکن بدمزگی ہوئی، وہاں پر جو طلباء کے لیے کھانا پکاتا تھا اس پر فائر کھول دیا، اس بیچارے کو تین چار گولیاں لگیں اور اس کو زخمی حالت میں ہسپتال لیجایا گیا۔ اس سے پہلے دارالعلوم جس کی بنیاد مفتی اعظم پاکستان، مولانا مفتی تقی صاحب، مفتی رفیع صاحب اور ان کے والد گرامی مفتی محمد شفیع صاحب نے رکھی۔ آج اگر آپ جا کر دیکھیں تو اس کے مقابلے میں کراچی یونیورسٹی بھی کم نظر آئے گی۔ اس جامعہ میں داخل ہوں تو اتنی صفائی ستھرائی ہے کہ دیکھ کر ایسے لگتا ہے کہ کسی اور دنیا کی جامعہ ہے۔ اس جامعہ پر چھاپہ مارا گیا، خوامخواہ تنگ کرنے والی بات تھی، گورنر تک سب نے معذرت کی۔

جناب چیئرمین! آخر یہ کیا سلسلہ ہے، اس کے پیچھے یہ عزائم تو نہیں ہیں کہ ایسے پرامن لوگوں کو بھی مشتعل کیا جائے اور وہ بھی ہتھیار اٹھائیں اور میدان جنگ میں آئیں۔ میں ان تمام واقعات کی شدید مذمت کرتا ہوں۔ میری آپ سے گزارش ہو گی کہ کم از کم آپ کے توسط سے یہ بات جانی چاہیے کہ ایسی جامعات کو تحفظ حاصل ہو۔ حالانکہ اداروں کے پاس ساری reports ہیں، ISI, MIA اور جو ہمارے دیگر خفیہ ادارے ہیں، وہ مدارس میں اپنی تسلی اور اطمینان کے لیے جاتے رہتے ہیں، انہیں کوئی نہیں روکتا اور اگر ایسی کوئی شکایت ہو تو جامعہ کے مہتمم وہاں موجود ہیں، مدرسین ہیں انہیں بتایا جائے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ رات کے اندھیرے میں آکر اس طرح چھاپہ مار کر اس ادارے کے تقدس کو بھی پامال کیا جاتا ہے، پورے ادارے میں کشیدگی اور انارکی پھیلائی جاتی ہے، پرامن لوگوں کو بھی اس بات پر ابھارا جا رہا ہے کہ یہ لوگ بھی میدان میں آئیں۔ ہم اس ملک کو کہاں لے جا رہے ہیں اور ایسے بے گناہ لوگ جو خاص تعلیم حاصل کر رہے ہوں۔ میں نے اس دن بھی ملالہ کی بات کی، میں نے کہا کہ اس پر جو حملہ ہوا وہ دہشت گردی ہے، وہ ظلم اور زیادتی ہے اور اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے لیکن کیا احسن العلوم کے معصوم طلباء جو قرآن و حدیث پڑھنے والے، جو دورہ حدیث کے طالب علم تھے اور حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے مقدس ارشادات کو اپنے سینے میں جگہ دے رہے تھے، ایسے معصوم طلباء کے اس طرح قتل عام کا کسی نے آج تک نوٹس نہیں لیا!

جناب چیئرمین! یہ حالات جس طرف جا رہے ہیں اس کے لیے بہر حال ہمیں سنجیدہ ہونے پڑے گا۔ کچھ سخت فیصلے کرنے ہوں گے اور جن جن جماعتوں کے زیر سایہ یہ دہشت گرد گروپ ہیں، کم از کم حکومت کو چاہییے کہ ان کو گرفت میں لائے ورنہ یہ سلسلہ اگر چل نکلا تو آج اگر لوگ خاموش ہیں، کل پھر اپنے دفاع کے لیے ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ لوگ ہتھیار اٹھائیں، لوگ جنگ کی حالت میں میدان میں اتریں تو میری آپ کے توسط سے گزارش ہوگی کہ کراچی، کوئٹہ اور جہاں جہاں ایسے واقعات ہو رہے ہیں، مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے سخت اقدامات کیے جائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: عبدالحسیب خان صاحب۔

Point of Order

DRA Bill

سینیٹر عبدالحسیب خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں حکومت پاکستان کا شکر گزار ہوں اور میں ابھی ابھی ایوان صدر سے آیا ہوں وہاں پر ایک تقریب ہوئی جس میں صدر مملکت نے DRA Bill پر دستخط کیے۔ 1973 میں Constitution جب بنا تھا اس وقت 196 کا Drug Act بھی پیپلز پارٹی نے ہی بنایا تھا اور آج DRA Bill sign ہوا ہے تو یہ بھی پاکستان کی تاریخ میں پہلا DRA Bill ہے جس کی میں مبارکباد دیتا ہوں اور اس پر میں اپنے تمام Parliamentarians کا شکر گزار ہوں، کیونکہ اتفاق کی بات ہے اور میری خوش قسمتی ہے کہ فاروق نائیک صاحب! تشریف لائے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ تشریف لائے کیونکہ ہم نے آپ کا جو Bill شروع کیا تھا آج وہ Sign ہوا تو اس پر آپ کو بھی مبارک باد ہو اور میں اپنے تمام ممبران کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس پر میرا ساتھ دیا لیکن میں ایک احتجاج بھی کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ ایک اتنا اچھا اقدام تھا اور آپ یقین مانیں ایک نوٹس پر ایک Bill بنایا، سب کچھ کیا۔ ہمارے پانچ سات لوگ جو Parliamentarians تھے، کسی کو بھی نہیں بلایا گیا صرف مجھے بلایا اور باقی وہاں غیر متعلقہ لوگ تھے۔ صدر صاحب دستخط کر رہے تھے تو میرے ممبران باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے ممبران کے ساتھ یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ جنہوں نے کام

کیا ہے ان کو نہیں بلایا گیا۔ انہوں نے رات دن کام کیا ہے ہم نے ایک ایک ہفتے تک میٹنگ کی ہے جنہوں نے میرا پورا پورا ساتھ دیا ہے ان کو اس تقریب میں شامل نہ کرنا میں سمجھتا ہوں بہت بڑی زیادتی ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ اپنی personal capacity میں آپ کوئی ایسا انتظام کیجئیے کہ ہماری صدر مملکت سے ملاقات ہو جائے ، ہمارے سارے ممبران وہاں جائیں ، جنہوں نے DRA Bill کے اوپر بھی کام کیا ، ہماری وہ کمیٹی ختم ہو گئی ، پھر NRS پر بھی کام کیا تو یہ سارے ممبران اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی صدر مملکت کے ساتھ ایک ملاقات ہو تا کہ وہ بتا سکیں کہ انہوں نے اس پر کتنی پیش رفت کی ہے کیونکہ یہ میرے اکیلے کا کام نہیں تھا ، یہ پورے ایوان کا کام تھا ۔ اس پر بڑی بحث ہوئی تھی چھبیس لوگوں نے میرے اس نوٹس پر دستخط کیے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر آپ اس کو priority دیں اور میرے ممبران کے ساتھ صدر مملکت کی ایک میٹنگ کرادیں تو میں مشکور ہوں گا۔ ایک بات واضح ہے کہ پیپلز پارٹی کے دور میں ہی یہ دوسرا بڑا کام ہوا ہے۔ ایک 196 میں ہوا تھا اور ایک آج یہ DRA تو میری آپ سے درخواست ہے کہ میرے ممبران کی عزت ، جو ان کا حق ہے وہ ان کو دیا جائے ۔ شکریہ۔

Further Discussion on Law and Order Situation in Karachi, Balochistan and Gilgat–Biltistan

جناب چیئرمین: جہانگیر بدر صاحب! آتے ہیں تو ان سے request کرتے ہیں کہ وہ صدر صاحب کے ساتھ آپ کی meeting arrange کریں۔ جی زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میرا Point of Order بھی اسی Law and Order کے حوالے سے ہے۔ جس طرح غفور حیدری صاحب نے کہا کہ کراچی میں بچوں پر فائرنگ کی گئی اور ان کو شہید کیا گیا۔ بد قسمتی سے جب ہم نے Cold World War کے لیے کندھا دیا تھا اس کے بعد سے یہ سلسلہ شروع ہوچکا ہے اور یہ تھمنے والا نہیں ہے۔ چاہے گلگت بلتستان کے بابوسر کا واقعہ ہو کہ شناختی کارڈ دیکھ کر مارا جائے یا کوئٹہ میں ہزارہ قبائل کے لوگوں کو چن چن کر مارا جائے یا کراچی میں آگ کی ہولی کھیلی جائے۔ اس وقت کراچی تو آگ سے بھی بد تر ہے۔ میرے خیال میں وزیرستان میں اتنی لاشیں نہیں گر رہی ہیں جتنی کراچی میں گر رہی ہیں اور یہ روز کا معمول ہے۔ صبح کو یہ

شروع ہوتا ہے تو شام کو خبر آتی ہے کہ چودہ افراد مارے گئے ہیں۔ صبح دو سے شروع ہوتا ہے اور رات کو چودہ ، سولہ پر ختم ہوتا ہے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کیا ہماری حکومت ناکام ہو چکی ہے، ہماری ایجنسیاں، جیسے مولانا عبدالغفور حیدری صاحب نے کہا مدرسوں کے متعلق تو ہماری ایجنسیوں کے پاس صحیح اطلاعات ہوتی ہیں اور اگر ان کے پاس کسی کے بارے میں اطلاع ہو تو پھر وہاں پر جائیں، ایسے کسی کو تنگ نہ کریں۔ یہ بالکل صحیح فرما رہے ہیں لیکن اگر کوئی بغیر اطلاع یا شواہد کے کہیں بھی جائے گا تو وہاں حالات ٹھیک نہیں ہوں گے بلکہ مزید خرابی کی طرف جائیں گے۔ کم سے کم سندھ حکومت کو تو bold step اٹھانا پڑے گا۔ اس وقت سندھ خصوصاً کراچی کی جو صورتحال ہے ، وہ بارود کا ڈھیر ہے۔ ابھی جب کہ عاشورہ محرم قریب آرہا ہے تو یہ سارے حالات اسی کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ اگر حکومت نے ان کا سدباب نہ کیا تو اللہ نہ کرے کہ کوئی ایسی آگ اٹھے اور سارا کراچی جل جائے۔ مجھے تو ایسا ہی لگ رہا ہے کیونکہ جس طرح یہ صورتحال بن رہی ہے ، جس طرح یہ آگے جا رہی ہے اور اگر آپ روز کے واقعات کو دیکھیں تو اس میں کوئی بھی محفوظ نہیں ہے۔ نہ کوئی سیاسی کارکن محفوظ ہے، نہ تاجر محفوظ ہے، نہ ٹرانسپورٹر محفوظ ہے، نہ مدرسے والے محفوظ ہیں، نہ امام بارگاہ والے محفوظ ہیں اور یہ بھی پتا نہیں چل رہا کہ مار کون رہا ہے۔ لوگ مر رہے ہیں لیکن کوئی پتا نہیں چلتا کہ کون مار رہا ہے۔ اس لیے یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہاں پر bold step اٹھائے اور وہ بھی across the board کراچی کو deweaponize کیا جائے۔ اگر کراچی میں اسلحہ رہے گا تو کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اگر کوئی یہ کہہ دے کہ آج اس کو مارا ہے ابھی میری باری نہیں ہے تو کل اس کی بھی باری آئے گی۔ اگر کوئی سیاست بھی کرتا ہے تو خدارا! اس پر نہ کرے۔ یہ آگ ہے اور اس میں یہ ملک جل جائے گا اور جب یہ ملک جل جائے گا تو ہماری ساری سیاست ختم ہو جائے گی۔ اس وقت کراچی کی جو صورتحال ہے ، میرے خیال میں اگر کسی سے پوچھیں کہ کراچی جانا ہے تو وہ کہتا ہے میں کراچی نہیں جا رہا ہوں اس لیے کہ ایک خوف ہے۔ فاٹا کی بات ہو رہی تھی وہاں پر تو اپریشن کی بات ہوتی ہے لیکن یہ تو شہر ہے جہاں حکومت کی writ زیادہ ہونی چاہیے، وہاں پر ہماری حکومت کی writ ہی نہیں ہے۔ کسی کو یہ علم نہیں کہ میں گھر سے نکل رہا ہوں تو رات کو بحفاظت گھر پہنچ جاؤں گا۔ بچہ سکول سے واپس آئے گا کہ نہیں، مدرسے سے واپس آئے گا یا نہیں، مسجد سے واپس آئے گا یا نہیں۔ یہ صورتحال ہے کراچی کی اور سندھ حکومت کو اس کے لیے کوئی bold step اٹھانا پڑے گا، اس کو مصلحت سے نکلنا ہو گا۔ جو بھی لوگ اس میں ملوث ہیں ، چاہے وہ سیاسی پارٹیوں کے ونگ ہیں، چاہے وہ انتہا پسند ہیں، چاہے ان کو طالبان کا نام دیں ، چاہے وہ مافیا ہے

لیکن ان سب کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے اور تمام سیاسی پارٹیوں کو اس کی support کرنی چاہیے کیونکہ اگر کوئی سیاسی پارٹی اس کی حمایت نہیں کرے گی تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ اس میں ملوث ہے۔ اس لیے حکومت کو چاہیے کہ کراچی میں جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں، چاہے وہ لوگ پارلیمنٹ میں ہیں یا نہیں ہیں ان سب کو بلا کر بٹھائے اور بتا دے کہ یہ صورتحال ہے اس کو ٹھیک کرنا ہے۔ ورنہ اس کے بغیر کراچی کے حالات درست ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر اس کے بعد کوئی بھی سیاسی پارٹی اس کی حمایت نہیں کرے گی، اس کی مخالفت کرے گی تو وہ پارٹی پوری قوم کی مجرم ہو گی۔ میں آپ کی وساطت سے سندھ حکومت سے درخواست کروں گا کہ اس کے لیے کوئی bold step اٹھائے تاکہ کراچی کے حالات درست ہو سکیں۔ اگر عاشورہ سے پہلے اس کا تدارک نہ کیا گیا تو جس طرف حالات جا رہے ہیں پتا نہیں کیا تباہی ہو گی۔ میں یہی چند الفاظ آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا اور میں پھر درخواست کرتا ہوں کہ سندھ حکومت اس کے لیے اقدامات کرے اور وفاقی حکومت اس سلسلے میں سندھ حکومت کو ہدایت کرے کیونکہ وہ بھی ان کی ہی حکومت ہے۔ جو لوگ قتل و غارت کر رہے ہیں ان کے خلاف قانونی کارروائی کرے کیونکہ اس دن یہ بات سپریم کورٹ نے بھی کہی ہے کہ ان کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جناب محسن لغاری صاحب۔

سینیٹر محمد محسن خان لغاری: شکریہ، جناب چیئرمین! کسی بھی ریاست کی primary responsibility یا کلیدی ذمہ داری اپنے شہریوں کی life and property کی security ہوتی ہے۔ جناب! آج ہم اپنے ملک میں law and order situation کو دیکھ رہے ہیں اور اس motion میں بلوچستان، کراچی اور گلگت بلتستان کے حوالے سے law and order, target killing and sectarian violence کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہر جگہ کے حالات مختلف ہیں لیکن یہ بات بڑی کھل کر اور واضح ہو کر سامنے آ رہی ہے کہ حکومت اپنے شہریوں کو وہ protection نہیں دے پا رہی جو کہ اس کی prime responsibility ہے۔ ہم قانون بھی بنا لیں، ہم نالیاں بھی بنا لیں، ہم سڑکیں بھی بنا لیں، ہم ہسپتال بھی بنا لیں، ہم filtration plants بھی لگا لیں، ہم سب کچھ کر لیں لیکن اگر ہم لوگوں کو جان و مال کا تحفظ نہیں دے

رہے تو اس حکومت کی ساکھ اور اس کی writ پر ایک بہت serious question اٹھتا ہے۔ جناب! اس کے حل کی طرف جانے کی ضرورت ہے۔ ایک ایک معاملے کو لیتے ہیں۔

کراچی کو اگر ہم دیکھتے ہیں تو کراچی میں پولیس کو assist کرنے کے لیے پچھلے دس بارہ سالوں سے، ایک decade سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے، Rangers assist کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ سندھ حکومت اربوں روپے Rangers کو ان کی services کے لیے دے رہی ہے۔ انہیں یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ ہم سندھ پولیس کو strengthen کریں، سندھ پولیس کے وسائل بڑھائیں اور انہیں train کریں۔ Policing ایک مختلف کام ہے جبکہ Rangers کا کام بالکل مختلف ہے۔ ہم ڈاکٹر کو انجینیئر کا کام نہیں کہیں گے اور نائی کو موچی کا کام نہیں کہیں گے۔ اسی طرح ہم Rangers سے policing کا کام کروائیں گے تو وہ یہ کام نہیں کر سکیں گے۔ سندھ پولیس کو خود یہ کام کرنے کے لیے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔

میں کچھ دن پہلے کسی اخبار میں شاید سندھ کے یا صرف کراچی کے اعداد و شمار کے متعلق پڑھ رہا تھا۔ ہر پانچ ہزار نفوس کے لیے ایک پولیس والا ہے یعنی 5,000:1 کا ratio ہے۔ جناب! دنیا کے کسی بڑے شہر اور کسی بڑے metropolis میں یہ اعداد و شمار نہیں ہیں۔ ہمارے ہاں ایک پولیس والے پر پانچ ہزار لوگوں کی ذمہ داری بنتی ہے۔ اگر آپ دنیا کے بڑے شہروں یا ترقی یافتہ ملکوں میں دیکھیں تو ایک پولیس والے پر 200 افراد سے زیادہ کی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ وہ جو پولیس کراچی میں موجود ہے، ان میں سے بھی اکثر VIP duties کے لیے وقف ہوتے ہیں۔ جس وقت VIPs move کرتے ہیں تو ان کے ساتھ security کے قافلے ہوتے ہیں جو عام آدمی کو تحفظ دینے کے بجائے دوسری ڈیوٹی کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم نے اپنی priorities کو اس طرح set کرنا ہے کہ ہم نے اپنے تھانوں میں اور اپنی field میں پولیس کی نفری کو بڑھانا ہے۔

جناب عالی! Policing یا پھر law and order situation کو intelligence feed کرتی ہے۔ Civilian intelligence agencies موجود ہیں، CID ہے، FIA ہے اور IB ہے۔ اس کے ساتھ military establishment کی intelligence agencies بھی ہیں، ان کا کام یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو پہلے سے دیکھیں اور معلومات حاصل کریں۔ میری اطلاع کے مطابق ان کے بے تحاشا secret funds ہوتے ہیں جس سے وہ مخبر خریدتے ہیں اور اپنے لوگوں کو اس قسم کی حرکتیں کرنے والی تنظیموں میں plant کرتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری security agencies

دوسرے کاموں میں مشغول ہیں۔ جب بھی بلوچستان کا ذکر ہوتا ہے تو ہم بار بار FC کو villain بنا کر پیش کرتے ہیں۔ FC اس لیے villain بن کر سامنے آرہی ہے کہ جن لوگوں کا وہ کام ہے، وہ نہیں کررہے۔ پولیس اپنی policing کا کام کر نہیں رہی اور وہی کام FC سے لیا جارہا ہے، intelligence agencies کا کام FC سے لیا جارہا ہے، پھر FC ہمارے سامنے ایک villain بن کے آجاتی ہے۔ جب ہم میں سے ہر کوئی اپنے فرائض خود ادا کرنا شروع کرے گا تو معاملات بہتری کی طرف جائیں گے۔

ہم نے دیکھا کہ پچھلے کئی سالوں سے، کسی ایک کو blame کرنا مناسب نہیں ہوگا، ہماری پولیس politicize ہو گئی ہے۔ ہم دخل اندازی کرتے ہیں۔ ہم سیاسی لوگ معاملات میں دخل اندازی کرتے ہیں کہ فلاں جگہ کا SHO, a, b, c کو لگادو اور فلاں جگہ کا SHO x, y, z کو لگادو۔ جس وقت ہم دخل اندازی کرتے ہیں تو جن کی ذمہ داری بنتی ہے، جو ایک infrastructure ہے، جو ایک پولیس کا نظام ہے، وہ متاثر ہوجاتا ہے۔ ایک SHO نے اپنے DSP کو answerable ہونا ہے، DSP نے SSP کو، SSP نے answerable ہونا ہے DIG کو، DIG نے answerable ہونا ہے IG کو۔ جب ہم نے پولیس کو politicize کردیا تو معاملات خراب ہوگئے۔ جس وقت ایک SHO کو پتا ہے کہ میں فلاں ایم این اے، ایم پی اے، سینیٹر یا کسی سیاسی آدمی کی پشت پناہی کی وجہ سے آج اس تھانے میں بیٹھا ہوا ہوں اور میری posting اپنی کارکردگی یا اپنے محکمے کے superior کی مرضی سے نہیں بلکہ exterior forces کی وجہ سے ہے، بیرونی مداخلت اور دباؤ کی وجہ سے آج میں یہاں بیٹھا ہوں تو اس سے اس کی performance affect ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس کو perform کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اسے تو کسی خاص آدمی، کسی خاص گروہ یا کچھ خاص لوگوں کو خوش اور مطمئن رکھنا ہے، باقی جو مرضی ہوتا رہے۔ آہستہ آہستہ یہ معاملات یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔

جناب! دوسری بات جس کی اس resolution کے اندر نشاندہی کی گئی ہے، وہ sectarian violence ہے۔ بدقسمتی سے اس sectarian violence کو curb کرنے کی responsibility ہمارے علماءِ کرام پر آتی ہے۔ تمام مسالک کے علماء اور religious leaders اور ہماری religious political parties کے کندھوں پر بڑی شدت سے یہ ذمہ داری آتی ہے کہ وہ اس چیز کو propagate کریں، اس بات کو نشر کریں کہ sectarian violence کسی بھی طرح acceptable نہیں ہے۔ جو لوگ sectarian violence میں ملوث ہیں، آخر وہ کسی نہ کسی کو تو اپنا بڑا مانتے ہیں، کسی کا تو ان کو لحاظ ہے، کسی کے تو وہ زیرِ اثر ہیں، کوئی تو ان کی پشت پناہی کرتا ہے، تو

جن کے وہ زیرِ اثر ہیں، ان لوگوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس چیز سے ان کو سختی سے منع کریں۔ فرقہ وارانہ تشدد، کسی کو قتل کرنا یا کسی کو نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سخت خلاف ہے۔ یہ ذمہ داری ہمارے علماءِ کرام کی ہے اور ہمارے منبر سے یہ بات نکلنی چاہیے، ہماری مساجد سے یہ بات نکلنی چاہیے۔ ہماری مساجد اور ہمارے منبر اس چیز کی تشہیر کریں اور اسے پھیلائیں۔ Sectarian violence اور hatred کو condemn کیا جائے۔ یہی میری چھوٹی سی گذارشات تھیں۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مفتی عبدالستار صاحب۔

سینیٹر مفتی عبدالستار: شکریہ، جناب چیئرمین! الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین الصطفی اما بعد۔ قال النبیؐ کلکم راع وکلکم مسئول عن الرعیتہ۔ کما قال اللہ تبارك وتعالی اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ میں نے آپ حضرات کے سامنے ایک حدیث اور قرآنِ کریم کی ایک آیت کا چھوٹا سا حصہ پیش کیا۔ آج امنِ عامہ کے بارے میں خصوصاً سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے اکثر متاثرہ علاقوں پر گفتگو ہورہی ہے۔ لوگ قتل ہورہے ہیں لیکن اس بات پر ہمارا دھیان نہیں جاتا کہ یہ قتل وغارت، یہ غنڈہ گردی اور یہ دہشت گردی کیوں ہورہی ہے اور یہ کب شروع ہوئی۔ اس سے پہلے پاکستان میں تو یہ نہیں تھی۔ ایسا تو نہیں کہ لوگ بھوک کے مارے پہاڑوں پر نکل گئے ہیں، لوگ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے، میدانِ عمل میں آئے ہیں۔ ابھی ہماری حکومت اس کا تدارک کرنے میں بے بس ہے۔

اگر ہم اس بات پر ذرا غور کریں اور اسے سنجیدگی سے لیں کہ بلوچستان کو دیکھیں، مثلاً کئی ہزار میل زمین آج تک بنجر پڑی ہوئی ہے۔ لوگ بے روزگار ہیں۔ میں نے پہلے بھی اس ایوان کے توسط سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ چونکہ بلوچستان کے تمام لوگ زراعت پیشہ ہیں، اگر ان کو حکومت تعاون مہیا کرے اور ان کے لیے اسباب مہیا کرے تو شاید وہ لوگ باہر نہ نکلیں اور مذاکرات کی ضرورت بھی نہ پڑے۔ آج مذاکرات کامیاب نہیں ہورہے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں سے اعلان ہوتے ہیں، یہاں سے کمیٹیاں بنتی ہیں مگر وہاں کچھ کام نہیں ہوتا۔ اگر کچھ ہوتا ہے تو وہ بھی مخصوص قسم کے آدمیوں کے لیے ہوتا ہے۔ تو اس وجہ سے اس کا اتنا زیادہ اثر نہیں ہوتا۔ نوشکی سے لے کر تفتان تک دو تین سو کلومیٹر، تربت سے آواران تک دو تین سو کلومیٹر اور پُشکان سے لے کر جیوانی تک ساری زمین خشک پڑی ہوئی ہے۔ قلعہ

سیف اللہ سے لے کر ژوب تک اور مری اور بگٹی قبائل کے علاقوں میں ساری زمین ایسے ہی پڑی ہوئی ہے۔ ان کے بارے میں میری تجویز یہ ہے کہ اگر ہم ان پر ذرا توجہ دے دیں، ایک تو وہاں بجلی کا نظام درہم برہم ہے، وہاں بعض جگہوں پر گیارہ سو فٹ سے پانی نکالا جاتا ہے، مثلاً کوئٹہ، قلات، مستونگ، خان مہتر زئی اور پشین، ایسے علاقوں میں آٹھ سو فٹ سے لے کر گیارہ سو فٹ نیچے زمین سے پانی نکالا جاتا ہے۔ وہاں کے لوگوں کو صرف آٹھ گھنٹوں کے لیے بجلی مل رہی ہے۔ ان لوگوں نے ٹیوب ویل پر ایک کروڑ روپے خرچ کیے ہیں، اس کے علاوہ وہ بجلی کا بل بھی ادا نہیں کر سکتے اگرچہ حکومت نے subsidy کے طور پر انہیں کچھ سہولت دی ہے لیکن یہ سہولت ناکافی ہے۔ اس ایوان کے توسط سے ہم اس بات کی طرف جائیں کہ ایران سے بجلی حاصل کر کے بلوچستان کو مفت دی جائے تو یہ بنجر زمین آباد ہو سکے گی اور میرے خیال میں پھر اختلاف، جھگڑے اور مسائل نہیں ہوں گے کیونکہ لوگ اپنے اپنے کام کریں گے، وہ زراعت میں لگ جائیں گے تو پھر پہاڑوں پر کون جائے گا۔ خیبر پختونخوا کو میں بطور مثال پیش کرتا ہوں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ (ترجمہ) تم ہر ایک حاکم ہو اور ہر حاکم سے اس کے محکوم کے بارے میں اور اس کے ماتحت کے بارے میں سوال پوچھا جائے گا۔ ہم نے آج تک آئین پر بھی عمل نہیں کیا حالانکہ یہ ایوانِ بالا ہے، آپ Article 227 کو دیکھ لیں، کم از کم اس موجودہ دور میں، آپ کی موجودگی میں ایک شرعی حکم کے مطابق اس انگریزی قانون کو بنایا جائے تو پھر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں گی، بارشیں برسیں گی، ہم آسودہ حال ہوں گے۔

جناب والا! میرا مطالبہ یہ ہے کہ بلوچستان کی بنجر زمینوں کے لیے مختلف جگہوں پر بیس ہزار ٹیوب ویل لگائے جائیں تو بہت اچھا ہے۔ میں بطور مثال یہ کہتا ہوں کہ ایک گھر میں ضدی قسم کے چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں، کچھ شریف طبع بھی ہوتے ہیں، ماں باپ ان کو سنبھالتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ مطالبہ کرے اور باپ سنجیدہ ہے تو کچھ مال لے کر ان کی ماں کے پاس گھر میں رکھ دے گا، جب کسی نے مطالبہ کیا تو وہ کہے گا کہ اس کو یہ پیسے دے دو یا اسے کھانے کے لیے کوئی چیز دے دو، حکومت کی مثال بھی ایسے ہی ہے۔ اگر ہم اس طرف توجہ دیں تو انشاء اللہ یہ اختلافات ختم ہو جائیں گے۔ اگر ایک آدمی اسلام کا نام لے تو امریکہ بہادر کہتا ہے کہ یہ دہشت گرد ہے کیونکہ وہ اسلام کا نام لیتا ہے، ہم اس کے خلاف بندوق اٹھاتے ہیں۔ آپ اس سے پوچھیں کہ تمہارا کیا مطالبہ ہے؟ اسلام کوئی گالی نہیں ہے۔ آپ سے کوئی بلوچستان کے حقوق طلب کرے تو یہ کوئی گالی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سنجیدگی سے ان کے

مطالبات پر غور کریں اور جو کچھ ہمارے بس میں ہے، اسے پورا کر لیں تو انشاءاللہ یہ فساد، بدامنی اور دہشت گردی ختم ہو گی۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ محترمہ کلثوم پروین صاحبہ۔ Babar *Sahib*, can you press the button?

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ، جناب چیئرمین! میں آپ کی بہت زیادہ شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس ایوان میں ایک ایسی debate کو چلنے دیا جو پورے ملک کا issue ہے اور خاص طور پر وزیرستان سے لے کر بلوچستان تک چلے جائیں تو یہ issue ابھی تک ہے، ایسا نہیں ہے کہ یہ حل ہو گیا ہے۔ جناب والا! میں آپ کے توسط سے گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ اس دوران ہمارے وزیرِ داخلہ صاحب کو شاید فرصت نہیں مل رہی کہ وہ یہاں آکر ہمارے کسی سوال کا جواب دیں اور آپ نے بارہا کہا، ہم اس چیز کے گواہ ہیں اور شاید وہ جواب دینا نہیں چاہتے یا avoid کرنا چاہ رہے ہیں۔ آگے کی ساری کرسیاں خالی ہیں، میں حیران ہوں کہ آپ بیٹھے ہوئے سن رہے ہیں، کیا حکومت کے لوگ ان چیزوں کو note کر رہے ہیں؟ ان کو note کر کے ان کا کیا حل نکالا ہے؟ آپ نے دیکھا کہ وزیرداخلہ نے بارہا کہا کہ in camera briefing دیں گے، اگر آپ ہمیں کیمرے میں ہی briefing دے دیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس پر آپ کیا steps اٹھا رہے ہیں؟ اگر آپ نے کوئی steps اٹھائے ہیں تو آج تک کامیاب نہیں ہوئے۔ جناب والا! میں ایک افسوس ناک بات آپ سے کہنا چاہتی ہوں کہ الماس پروین ہماری colleague ہیں، ہماری دوست اور بہن ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ اس کے دو بھانجے اور دو خالہ زاد بھائی شہید ہو گئے ہیں؟ جناب والا! یہ ایک گھر کی کہانی ہے، یہ ہمارے اس ایوان میں بیٹھی ہماری بہن اور دوست کے ساتھ ہوا ہے جو پیپلز پارٹی کی جیالی رہی ہے، جس نے جیل کاٹی ہے۔ جہاں تک آپ کراچی کی بات کر رہے ہیں تو وہاں جب تک بیس لاشیں روزانہ نہ گریں اس وقت تک جو لوگ اس mission پر لگے ہوئے ہیں، وہ شاید رات کو چین سے نہ سوتے ہوں گے۔ کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟ ہمارے وزیراعلیٰ کی بیٹی محفوظ نہیں، ہمارے وزیراعظم کی بہن محفوظ نہیں۔

Mr. Chairman: One minute, nobody is on the treasury benches sitting right now. Saleem *Sahib*, could you ask the Leader of the House that where is he?

سینیٹر کلثوم پروین: جناب والا! اپوزیشن لیڈر بھی نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں وہ بھی نماز پڑھنے گئے ہیں۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! یہ serious issue ہے۔ اگر آپ کسی چیز کا حل چاہ رہے ہیں اور آپ روزانہ یہ بات کر رہے ہیں تو پھر اس حل کو پیش کرنے کے لیے بھی کوئی ہونا چاہیے۔ اگر آپ کسی چیز کو conclude کر رہے ہیں تو اس کا حل بھی پیش کریں کہ ہم نے یہ کچھ کیا۔ جناب چیئرمین! جہاں تک کراچی کی بات ہے تو وہاں اس وقت جو لوگ حکومت کر رہے ہیں ان میں پیپلز پارٹی، اے این پی اور ایم کیوایم شامل ہیں تو کیا یہ نہیں جانتے کہ روزانہ بیس لوگ مارے جا رہے ہیں، معصوم اور بے گناہ لوگ، طالبعلم، بچے اور بچیاں مر رہی ہیں، لوگ لیاری سے اپنے گھر چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ کیا یہ چیز ان پارٹیوں کے علم میں نہیں ہے؟ بالکل ان کے علم میں ہیں۔ یہ وزیر داخلہ یا حکومت ہمیں کیوں یہ بتانا پسند نہیں کرتے کہ ہم نے کیا اقدامات کیے ہیں۔ آپ نے کہا رینجرز، لیویز، پولیس، ایف سی، یہ تمام ادارے تو ناکام ہو چکے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ گزشتہ بیس دنوں سے یہ چیز عروج پر ہے۔

جناب چیئرمین! اگر آپ بلوچستان کی بات کریں تو میں کہتی ہوں کہ لوگوں میں اتنا خوف و ہراس ہے کہ شام چھ سات بجے کے بعد آپ سڑک پر کسی کو نہیں دیکھیں گے۔ آدمی جا رہا ہوتا ہے اور کوئی موٹرسائیکل اس کے نزدیک رک جائے تو وہ خوف سے اسے دیکھتا ہے کہ شاید اس پر مجھے مارنے والا نہ بیٹھا ہو، وہاں کوئی محفوظ نہیں ہے۔ اگر ہم بات کرتے ہیں کہ ایک فرقے کی sectarian killing ہوئی ہے تو ایسا نہیں ہے، علماء کو بھی مارا گیا ہے، مساجد پر بھی حملے کیے گئے ہیں، کوئی وزیر ایسا نہیں بچا کہ جس کے گھر پر حملہ نہ ہوا ہو۔ آپ کو کوئٹہ میں کوئی وزیر نہیں ملے گا اس لیے کہ ہر ایک کو اپنی جان پیاری ہے، اگر وہ زندہ رہیں گے تو کام کریں گے۔ میرے بھائی نے اُس طرف سے ابھی بڑی اچھی تجویز دی، یقیناً یہ تجویز قابلِ عمل بھی ہے اور اس پر عمل بھی ہو سکتا ہے مگر جناب والا! میں کہنا چاہتی ہوں کہ لوگ روکھی سوکھی روٹی کھا کر بھی زندہ رہ سکتے ہیں اگر ہم ان کی زندگی کی ضمانت دے دیں، اگر ہم ان کی حفاظت کی ضمانت دے دیں۔

جناب چیئرمین! میں اس سے پہلے بھی اس موضوع پر تقریر کر چکی ہوں۔ میں کہتی ہوں کہ ژوب سے لے کر کوئٹہ تک، کوئٹہ سے لے کر گوادر تک، گوادر سے لے کر حب تک، حب سے لے کر کراچی تک، کراچی سے لے کر وزیرستان تک، وزیرستان سے لے کر چلاس تک ایک game چلی ہوئی

ہے، مجھے نہیں لگتا کہ یہ ہمارے لوگ ہوں گے، یقیناً اس میں کچھ اور ممالک بھی ملوث ہوں گے، جن کے اپنے اپنے interests ہیں۔ دوسری چیز یہ کہ ہمارا ہمسایہ ملک افغانستان جب تک stable نہیں ہوتا اس وقت تک مجھے نہیں لگتا کہ پاکستان کے حالات معمول پر آئیں۔ جناب والا! کیا ہم ناکام ہوگئے ہیں؟ مجھے یہ بات کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا کیونکہ میں treasury benches پر بیٹھی ہوئی ہوں اور مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ میں کہوں کہ ہم fail ہوگئے ہیں مگر جناب والا! ہم روزانہ میڈیا اور ٹی وی پر دیکھ رہے ہیں اور ہمارے ساتھ بیٹھی ہوئی ہماری ساتھی کے گھر کے چار بچے دو دن کے اندر چلے گئے تو ہم باقی لوگوں کے لیے کیا ضمانت دے سکتے ہیں۔ میں ایک تجویز پیش کرتی ہوں کہ خدارا! محرم کے دوران انتہائی سختی کی جائے اور اسے safe and secure کیا جائے، اگر نہیں ہو سکتا تو آخر میں آج میں پہلی مرتبہ یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کہ کم از کم دس دنوں کے لیے کوئٹہ اور کراچی میں فوج لائی جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ، بابر اعوان صاحب۔

سینیٹر ظہیر الدین بابر اعوان: شکریہ، جناب چیئرمین! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ بلوچستان اور کراچی کے مسائل کے حوالے سے جتنی مجرمانہ غفلت ہو چکی ہے اس ضمن میں ہم تاریخ کے سامنے اپنی جواب دہی کس طریقے سے کریں گے۔ اس ایوان میں کئی ٹن کاغذ امن و امان کے حوالے سے، بلوچستان کے حوالے سے اور کراچی کے law and order کے حوالے سے کالے کیے جا چکے ہیں۔ سارے ایوانوں میں کروڑوں لفظ بولے جا چکے ہیں۔ کسی لفظ کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی اور کوئی کاغذ ایسا نہیں جس کی پذیرائی ہوئی ہو۔ میں بہت افسوس کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو کارروائی بھی بلوچستان کے حوالے سے law enforcement کی ذمہ دار وزارت اور لوگوں کی طرف سے ہوئی ہے یا کراچی کے حوالے سے ہوئی ہے وہ ساری کاغذی کارروائی ہے، وہ زبانی کارروائی اور ساری فرضی کارروائی ہے۔

میں اس بات پر حیران ہوں کہ آج ہم اس ایوان میں کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ علمائے کرام اپنا کردار ادا کریں۔ کراچی کے اندر اور بلوچستان کے اندر مختلف فرقوں کے مرنے والوں کی بھاری اکثریت ان لوگوں کی ہے جو مذہبی طبقے سے ہیں۔ اس لئے we just cannot shed our responsibility as a state, as a nation, as a country, as people. اور یہ کہہ کر کہ یہ مسئلہ صرف تبلیغ سے حل ہو سکتا ہے اور کچھ لوگوں سے کہا جائے کہ آپ لوگوں کو بتائیں کہ زندگی کی کیا اہمیت ہے، یہ بھی ایک طرح کی شاعری ہے، نثری شاعری ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے زندگی

دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے وہ زندہ رہنا چاہتا ہے، کوئی مرنا نہیں چاہتا اور کوئی غیر فطری طریقے سے مرنا نہیں چاہتا، کوئی غیر طبعی طریقے سے مرنا نہیں چاہتا اور کوئی وقت سے پہلے اپنے پیاروں کو نہیں چھوڑنا چاہتا۔ کس کو پتا نہیں ہے کہ زندگی کتنی important چیز ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ شاعری کا وقت نہیں ہے، نثری نظموں کا وقت نہیں ہے۔ یہ عمل کا وقت ہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کی اجازت سے اس ایوان کی توجہ چاہتا ہوں۔ کراچی میں ایک واقعہ ایسا ہوا کہ ایک سرکاری عہدے دار وہاں پر گئے اور ان کا راستہ روکنے کے لئے کراچی خون میں نہلا دیا گیا۔ کہاں ہے انکوائری؟ میں مئی کی بات کر رہا ہوں۔ میں کسی چیز کو scandalize, politicize نہیں کرنا چاہتا۔ کہاں ہے اس کی ایف آئی آر؟ کہاں ہے اس کا ٹرائل؟ کہاں ہے اس کی تفتیش؟ کہاں ہے اس کا انصاف؟ کہاں ہے اس کا کٹہرا؟ کہاں ہے اس کا مجرم؟ کہاں ہے اس کی گرفتاری اور کہاں ہے اس کا نتیجہ؟ اس لئے میں نے پہلے یہ عرض کردی کہ کاغذی کارروائی، زبانی کارروائی اور فرضی کارروائی سے یہ مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے۔

دوسرا جناب چیئرمین! ان کے بچوں کی طرف آپ توجہ کیجئے۔ آپ سے مراد آپ کو معلوم ہے میں کیا کہہ رہا ہوں۔ ان کی بیواؤں کی طرف توجہ کیجئے۔ ان کی ماؤں کی طرف توجہ کیجئے۔ ان کے گھروندوں کی طرف توجہ کیجئے، گھر میں سے جوان بچے نکالے جاتے ہیں اور مارے جاتے ہیں اور نہ کوئی پوچھنے والا ہے اور نہ کوئی حساب لینے والا ہے۔ میں اس بات پر حیران نہیں بلکہ اس بات پر اس قوم کے اک فرد کی حیثیت سے شرمندہ ہوں کہ آج کراچی میں بیس قتل ہوتے ہیں، ہمارے بلوچستان کے اندر تیس قتل ہوتے ہیں، کراچی میں لاشیں گرتی ہیں اور سوائے میڈیا کے رپورٹروں کے کسی سرکاری اہلکار میں یہ جراءت نہیں ہے کہ وہ لاش گرنے والی جگہ پر جا سکے۔ میں کراچی اور بلوچستان کے رپورٹروں کو سلام کرتا ہوں کہ وہ اپنی جان پر کھیل کر یہ سب کر رہے ہیں۔ ولی بابر جیسے کئی مارے بھی گئے اور بے شمار شہید ہوئے۔ سارے بے چارے اپنی جان پر کھیل کر اپنی رپورٹنگ ہمیں دکھا کر ہمیں شرمندہ کرتے رہتے ہیں لیکن جانے کی کسی میں ہمت نہیں ہے۔

جناب والا! میں قوم کے اک فرد کی حیثیت سے اعتراف کے طور پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آج بحیثیت ریاست ہم کراچی اور بلوچستان کے اندر اپنے فرائض پورے کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ دنیا کی کوئی ایک ریاست بتا دیجئے جس کے متعلقہ علاقے کا، law enforcers کا چیف crime seen پر نہ جائے، دنیا کی کوئی ریاست ایسی نہیں ہے۔ آج اگر آپ دیکھیں کہ Latin America کے اندر

جہاں ساری کی ساری ریاستیں مافیاز کے ساتھ جنگ لڑ رہی ہیں، ان کے پاس وسائل نہیں، وہ وسائل میں ہم سے پیچھے ہیں، اس کے باوجود crime seen پر وہ لوگ جاتے ہیں۔ کراچی میں جو کل بائیس قتل ہوئے بلکہ کل پندرہ ہوئے اور پرسوں بائیس قتل ہوئے، آپ ایک رپورٹ منگوا لیجئے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ کوئی تفتیشی افسر موقع تفتیش پر نہیں جاتا۔ اگر تفتیش ہوتی تو کسی ایک کیس میں تو کوئی گرفتاری ہوتی۔ میں بطور وکیل، بطور پارلیمنٹیرین دنیا کی تاریخ سے آپ کو کوئی مثال نہیں دے سکتا کہ اتنے بڑے پیمانے پر قتل ہوتے ہوں اور کوئی ایک گرفتاری نہ ہوئی ہو۔ اس سال میں اگر کوئی گرفتاریاں ہوئی ہیں تو وہ گرفتاریاں وہ ہیں جن کو شک میں پکڑا گیا ہے۔ جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے کچھ کیا ہوگا۔

جناب والا! آپ وکیل ہیں، آپ جانتے ہیں کہ ہر قتل پر مقامی پولیس کی، law enforcers کی ذمہ داری ہے، مقامی مجسٹریٹ کی ذمہ داری ہے، مقامی عدلیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ جواب مانگے کہ کہاں ہیں اس کے ملزم؟ کہاں ہے اس کی تفتیش؟ اس لئے کہ پاکستان کے اندر آئینی دفعات جو لوگوں کو protection دیتی ہیں ان کو میں ایک منٹ کے لئے side پر رکھ دیتا ہوں۔ Criminal Procedural Code میں لکھا ہوا ہے کہ سترہ دن کے اندر سب مقدمات کا اور ہر قتل کے مقدمے کا بھی چالان پیش کرنے کی پولیس پابند ہے۔ آپ رپورٹ منگوائیے کوئی چالان پیش نہیں ہوا۔ آپ رپورٹ منگوائیے کوئی گرفتاری نہیں ہوئی۔ آپ رپورٹ منگوائیے کوئی تفتیش نہیں ہوئی۔ آپ رپورٹ منگوائیے کہیں انصاف نہیں ہوا۔ آپ رپورٹ منگوائیے کسی جگہ پر عدالت نہیں لگی۔ آپ رپورٹ منگوائیے، رپورٹ صرف خون آلود ملے گی، کراچی اور بلوچستان کے لوگ جن کو بلاوجہ مارا گیا، without cause مارا گیا اور آپ کا قانون، آپ کا آئین اور اقوام متحدہ کے human rights charter کا article بھی یہ کہتا ہے کہ nobody shall be deprived of life and liberty saved in accordance with law. ایک اور پہلو۔۔۔۔ میں مختصر کر دیتا ہوں۔

جناب والا! بلوچستان کے مسئلے پر جو بے نظیر بھٹو مصالحتی کمیٹی بنی تھی اس نے کام کیا۔ آغاز حقوق بلوچستان پر بھی کام ہوا۔ یہ admitted facts ہیں اور ان پر کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔ این ایف سی میں فنڈز کی enhancement بھی ہو گئی اور سب نے توجہ دی ہو گی، وہاں کی حکومت نے بھی اور یہاں کی حکومت نے بھی۔ میں ایک بات پر غمزدہ ہوں اور آپ سے share کرنا چاہتا ہوں اور دکھی ہوں آپ سے share کرنا چاہتا ہوں اور وہ بات یہ ہے کہ ہم بحیثیت قوم کہتے رہے کہ ہم بلوچستان

میں پہاڑوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ کو یاد ہے کہ جب سوات کی باری آئی تھی تو ہم نے غاروں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی offer کی تھی کہ یہ آپ کی مرضی کی ہم چیز دے رہے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ بات کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن اس سے بڑی self-contradiction میں کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں کہ بلوچستان کا ایسا آدمی جو پاکستان سے ناراض تھا، جو آپ سے اور مجھ سے ناراض تھا پاکستان سے نہیں تھا، جو اس نظام سے ناراض تھا اور جو کسی کے سلوک سے ناراض تھا اور سلوک کے بارے میں کہتے ہیں کہ

میرے مزاج کا اس میں کوئی قصور نہیں
تیرے سلوک نے لہجہ بدل دیا میرا

جب وہ لہجہ بدلا ہوا شخص یو اے ای سے پاکستان واپس آتا ہے تو کیا ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب نہیں ہیں کہ کس سرکاری ادارے کا کون سا آدمی، ذمہ دار چھوڑ دیجئے، اس کو یہ کہے کہ بھائی آپ واپس آئے ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ واپس آئے ہم آپ کے پاس چائے پینے کے لئے آئے ہیں۔ آپ واپس آئے ہم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں اس لئے کہ ہم نے یہ commitment کی ہوئی ہے کہ we want to start negotiations. وہ آدمی دوست ہے، یہاں پر رہتا ہے، لیڈر ہے اور بہت محترم ہے اور وہاں کا منتخب آدمی ہے مگر ہم اس سے بات ہی نہیں کرتے۔ ہم کس بات پر سنجیدہ ہیں، ہم کس بات کی priorities لے کر چل رہے ہیں بحیثیت قوم دو باتیں اور ہیں جن پر توجہ کی ضرورت ہے۔

میں یہ نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن کراچی ہمارے ہاتھ سے ریت کی طرح نکل رہا ہے۔ کراچی کا زیادہ تر علاقہ no go area بن چکا ہے۔ کراچی کا مجرم پاکستان کا مجرم ہے اس لئے کہ کراچی شہر پاکستان ہے لیکن آج کوئی ایسا نہیں ہے جو کھڑا ہو اور سیاسی مصلحتوں سے اوپر اٹھ جائے، political expediencies کو اپنی میز سے اٹھا کر ایک منٹ کے لئے نیچے رکھ دے اور کہے کہ قائد اعظم کے مزار، لیاقت علی خان شہید کے مزار سے اٹھنے والی آہیں ہمیں سونے نہیں دیتیں۔ ہم آگئے ہیں، ہم کراچی کو امن دیں گے۔

میں بلوچستان کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ بلوچستان کے اندر اس وقت ایک stateless society بنتی جا رہی ہے۔ اخباروں میں خبریں آتی ہیں how far it is correct? میں بلوچستان کے کئی علاقوں میں گیا ہوں لیکن سارا بلوچستان frankly speaking میں نے نہیں دیکھا

ہے۔ میں صرف Bar Associations کی حد تک گیا ہوں۔ سب سے بڑا المیہ وہاں پر یہ ہے کہ وہ لوگ جو بلوچستان پر صرف تقریریں کرنے والے ہیں، سوائے اس صوبے سے تعلق رکھنے والے محترم Leaders وہاں پر جاتے ہوں یا کوئی اور محترم وہاں پر گیا ہو لیکن جناب! کوئی بلوچستان جاتا ہی نہیں ہے جیسے خدانخواستہ there is no more for this country. جس طرح میں نے کراچی کے بارے میں کہا کہ Law enforcers کی جان نہیں ہے کہ crime scene پر جا کر وہ نقشہ موقع بنا سکیں کہ قتل کہاں سے ہوا اور فائر کہاں سے آیا اور گواہ کون ہے۔ اس صورتحال میں میرا یہ خیال ہے کہ ہمیں self-denial سے، جس کا میں ترجمہ اردو میں کرنا چاہتا ہوں بحیثیت ریاست "خود فریبی" سے نکلنا ہوگا۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے مت کہیئے کہ علمائے کرام سارے حالات ٹھیک کردیں گے۔ مت کہیئے کہ یہ فلاں پارٹی کی ذمہ داری ہے۔ مت کہیئے کہ یہ فلاں گروپ کی ذمہ داری ہے۔ جو گروپ ہیں ان کو پکڑیئے، جو پارٹی ہے اس کو احتساب کی کٹھرے میں لائیے۔ مجھے نہیں پتہ کہ کون ہے because I am not an investigator. مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ مارنے والے کون ہیں؟ یہ تو مرنے والوں کو بھی پتہ نہیں ہے کہ ان کو مارنے والے کون ہیں لیکن ایسا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ریاست کی بنیادی ذمہ داری پر میں یہاں بات ختم کرنا چاہتا ہوں کہ ریاست کی جو تعریف پولیٹیکل سائنس کے اندر political history کے اندر دی گئی ہے اس کے مطابق بھی جو ایسے لوگ ہیں جو زبردست ہیں، ان سے زیردستوں کو بچانے کے لیے جو ادارہ قائم کیا گیا ہے وہ ہے ریاست۔ سپریم کورٹ کا interim order ہے اس کا پیرا گراف نمبر 32 سے لیکر 50 تک، میں سب کو درخواست کرتا ہوں کہ ضرور پڑھ لیجیے گا اس لیے کہ اس کے اندر ایک indictment موجود ہے مختلف اداروں کے خلاف اور ان کے بارے میں اور وہ indictment اس لیے موجود ہے کہ وہاں پر evidence collection ہوئی ہے۔ اگر ہم اس سے بھی آنکھیں بند کریں گے اور آنے والے کو گلے لگانے کی بجائے ہم اس سے بات کرنے کے لیے نہیں جائیں گے تو بلوچستان کا مسئلہ حل نہیں ہوگا اور

اور کتنوں کا لہو چاہیے اے ارض وطن
اور کتنی لاشوں سے کلیجہ تیرا ٹھنڈا ہوگا

Mr. Chairman: Thank you. Yes, Mushahid Hussain Syed *sahib*.

Senator Mushahid Hussain Syed: Thank you very much Mr. Chairman and I would like to compliment you.
on the most important issue facing آپ نے لیا ہے initiative کہ بڑا صحیح
Quid−e−Azam جیسے Pakistan i.e., the issue of Law and order.
Muhammad Ali Jinnah in his speech in 1948 had very clearly said
that the first responsibility of any Government is the protection of
Human Right میں پچھلے ہفتے the lives, liberty and property of citizens.
Committee کے ساتھ کوئٹہ اور کراچی گیا تھا۔ اس بنیادی ذمہ داری کے بارے میں ہم دیکھ رہے ہیں
کہ دونوں جگہ پر حکومت کی ایک ناکامی اور نالائقی بھی ہے۔ ایک چیز واضح رہے کہ Law and order
کا issue ہے it affects پاکستان کے جمہوری استحکام کو، پاکستان کی معیشت کو، پاکستان کی قومی
وحدت کو، پاکستان کی بین الصوبائی ہم آہنگی کو، پاکستان کے International image کو اور
پاکستان کی قومی سلامتی کو۔ تو یہ صرف ہم Law and order کے حوالے سے ہم ٹرخا دیتے ہیں کہ یہ
ایک issue ہے۔ It is a larger issue which affects the future of
Pakistan. کراچی بھی ہم گئے اور کوئٹہ بھی گئے ہیں۔ کراچی ہم last week گئے تھے اور کوئٹہ اس
سے پہلے دونوں جگہوں پر کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ Government has abdicated its
responsibility. اور یہ صحیح کہا گیا کہ جو ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے، ہماری یہ ریاست کوئی عام
ریاست نہیں ہے۔ اس میں بڑی armed forces, security service, nuclear طاقت ہے
اور میزائل طاقت ہے۔ We are among the top 7 countries of the world in
terms of population, strength اور human resources. پھر failure کہاں ہے؟
میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ جو کہتے ہیں کہ فلانی سازش ہو رہی ہے اور فلانی سازش۔ یہ ایک
man made problem ہے۔ This is a problem which has been allowed
to grow and this is the problem on which nobody has been willing
to take a responsibility. ابھی کراچی میں ہمیں یہ statistics بتائے گئے ہیں۔ انہوں نے
کہا کہ 8500 لوگ گرفتار ہوئے for having illegal arms, not a single person
was tried or convicted. تھا نہ ہے ہی نہیں، بس کوئی فون آگیا اور چھوڑ دیا سارا and we

میں نے اس had a briefing from the D.G Rangers, a two star General.
سے پوچھا کہ how long have you been there انہوں نے کہا کہ sir, since 1995,
17 سال ہو گئے۔ اس میں چیف سیکریٹری اور دوسرے افسران سارے شامل تھے۔ فرحت اللہ بابر
صاحب، رضا ربانی صاحب، ایم کیو ایم کی لیڈر شپ، اے این پی اور سارے stakeholders موجود
تھے جو وہاں پر سندھ میں حکومت کر رہے ہیں۔ انہوں نے سیدھا جواب دیا، انہوں نے کہا کہ militant
wings ہیں political parties کی، ہم کسی کو پکڑتے ہیں یا پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو ٹیلی
فون آجاتے ہیں۔ I think, if we have to solve this problem Mr. Chairman,
we have to see it above party lines. اور جس طرح حالات جا رہے ہیں I have a
very big fear that this can affect Pakistan’s not just democracy but
the election process itself. کوئٹہ میں تو پوری ایک ethnic cleansing ہو رہی ہے of
a community, Hazara Communities کو چن چن کر مارا جا رہا ہے، targeted کر
رہے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ Not one person has been arrested for
that. It is a free for all, it is only the daily statistics کہ جی یہ killings
کوئٹہ میں ہوئی ہیں اور آج یہ killings کراچی میں ہوئی ہیں۔ And I think that we should
also accept the fact that these killings have been allowed to get a
way because of the absence of the rule of law and the writ of the
state. جو Government کی responsibility ہے۔ اس سلسلے میں سپریم کورٹ کو اور سپریم
کورٹ کے چیف جسٹس کو داد دیتا ہوں کہ کم از کم he is the first one who took notice
of what is happening there. جو کام حکومت کا تھا وہ کورٹ نے کیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ
court judicial activism کر رہی ہے۔ اگر ایک خلا ہوگا، اگر ایک vacuum ہوگا، اگر ایک
بنیادی ذمہ داری پوری نہیں ہوگی تو کوئی نہ کوئی پرسان حال تو ہوگا۔ Citizens will go to the
Court and ask for justice. اچھی بات ہے کہ Courts مضبوط ہیں۔ پہلے زمانے میں ایک
vacuum تھا تو لوگ فوج کی طرف دیکھتے تھے کہ GHQ کچھ کرے لیکن اللہ کے فضل سے جمہوریت
میں جان ہے، میڈیا آزاد ہے، عدلیہ آزاد ہے اور سول سوسائٹی strong ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے
پارلیمنٹ proactive ہے and that is why people are looking towards

Supreme Court اور سپریم کورٹ نے صحیح ایکشن لیا ہے both in Quetta and in
Karachi, this is the right thing and now Mr. Chairman, the
Parliament should also play its role. میں سمجھتا ہوں کہ اس میں before the
elections we have to find a way out اور جہاں تک counter terrorist
strategy کا تعلق ہے، ہماری وہ exist نہیں کرتی۔ I wish the Minister for Interior
was here. جو سب سے بڑا issue پاکستان کا Law and order ہے اس میں دہشت گردی کا
کیسے مقابلہ کرنا ہے؟ ہمارے پاس کوئی organization نہیں ہے، کوئی ادارہ نہیں اس کا مقابلہ
کرنے کے لیے۔ ایک ادارہ announce ہوا تھا through a notification NACTA,
National Counter Terror Authority. اس کو کام ہی نہیں کرنے دیا گیا۔ اس کے لیے
لڑائی جاری تھی Interior کہتی رہی کہ یہ میرے پاس ہو اور دوسرے کہتے تھے کہ یہ ہمارے پاس ہو and
nothing has been done on that issue. آپ دیکھیں کہ issue صرف عوام کا اب
نہیں رہا، اب National Security کا میں نے کیوں کہا کہ یہ قومی سلامتی کا issue ہے۔ تین مسلح
افواج کے برانچز ہیں، آرمی، نیوی اور ائرفورس۔ GHQ پر attack ہوا، نیوی کے مہران بیس پر
attack ہوا ہے اور کامرہ پر attack ہوا ہے۔ سری لنکن cricketers پر attack ہوا ہے۔ Mr.
Chairman, it is very interesting, یہ جو attackers تھے بیشتر کی رپورٹس
Intelligence دے چکی تھی۔ اخبار میں چھپ چکا تھا کہ یہ دہشت گردی کے attacks ہونے والے
ہیں، GHQ پر حملہ کریں گے، وردی پہن کر حملہ کریں گے اور اس طریقے سے کریں گے۔ سری لنکن
کرکٹرز کا کہا کہ جب وہ آئیں گے آواری ہوٹل سے اور گلبرگ چوک پر پہنچیں گے تو وہ حملہ ہوگا۔ اس
perception کے ساتھ، اسی timing کے ساتھ اور اسی ٹارگٹ کے ساتھ حملہ ہوا، the
Government totally was absent in that. I think the time has come
for all the political forces before the elections کہ یہ agree کریں کہ پاکستان
کو کس direction میں لے کر جانا ہے and of the issue of extremism and
terrorism, they should be broad-based, above party line consensus
جس میں آپ جوڈیشری کو بھی شامل کریں اور armed forces کو بھی شامل کریں۔ Ultimately
آپ کو ضرورت پڑتی ہے، پیرا ملٹری کو، armed forces کو as the direction of the

State of Pakistan, as the direction of the Government, so there has to be at least on three, four.

میں نے تو پہلے بھی کہا تھا جب لاہور میں Energy Conference بلائی تھی میاں شہباز شریف صاحب نے تو میں اپنی پارٹی کی طرف سے اس میں گیا تھا اور میں نے اس میں یہ propose کیا تھا، یہ بات ہے 09 اپریل 2012 کی۔ اس وقت وزیر اعظم جناب یوسف رضا گیلانی صاحب بھی موجود تھے۔ میں نے کہا 04 issues پاکستان کے مستقبل کے حوالے سے جو سب سے زیادہ اہم ہیں؛ معیشت، تعلیم، توانائی اور انتہا پسندی۔ ان چاروں کے حوالے سے اگلے دس سال کا منصوبہ سب سیاسی جماعتیں بنائیں، اس پر agree کریں کہ کیا منصوبہ بندی کرنی ہے، اس کا کیسے مقابلہ کرنا ہے and I am sure people, on both sides we have people. Honourable Leader of the Opposition, Ishaq Dar sahib is here, he is also a member of the Defence Committee of which I am the Chairman, he always speaks above party lines. Senator Jahangir Bader sahib is here, always I have seen him speaks for national approach and above party lines. So, we have people on both sides. یہ ایک کام کرنا پڑے گا۔

دوسرا کام جناب چیئرمین! یہ ہے کہ an effective counter terrorist strategy has to be formulated. جس میں intelligence کو involve کریں، حکومت کو involve کریں and police enforcement کو strong کریں۔

تیسری بات، there is no compromise on that, militant wings of political parties, whoever is responsible, wherever they exist, especially, in Karachi, they have to be taken care of. ایک اور بات بھی ہے، and I think we should frankly admit that we are also victims of a regional proxy war اور اس میں نہ صرف پاکستان بلکہ اس میں کچھ اور ممالک بھی شامل ہیں۔ Afghanistan is a victim of that, Lebanon is a victim of that, Syria is a victim of that, even Bahrain is a victim of that اور میں سمجھتا ہوں کہ King of Saudi Arabia, His Majesty King Abdullah نے 15 اگست 2012 کو Islamic Summit میں ایک بڑی اچھی تجویز دی تھی۔ انہوں نے کہا there should be a

interfaith انہوں نے center for dialogue and reconciliation within Muslims.
کی harmony between Christians and Muslims or Jews and Muslims
because کی بات کی ہے within the Muslim community بات نہیں کی، انہوں نے
this is a dagger which is hitting the heart of the Muslim Ummah.
internal civil اسرائیل کو، ہندوستان کو یا کسی اور کو کچھ کہنے یا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جو
ہے اور جس کے اثرات پاکستان میں دیمک کی طرح war within the Muslim countries
You hear about Gilgit Baltistan, you hear about Quetta, پھیل رہے ہیں۔
total اور اس میں حکومت وقت کا you see in Karachi, it is flooding like that
to counter ہے will ہے اور نہ ہی اس کی vision ہے۔ اس معاملے میں نہ تو اس کا failure
that and if he can't do it then it will affect not just the Government or the Election process but it will affect the whole democratic system and above all, even more important the national unity of Pakistan because it is endeavour to split Pakistan from within and
پاکستان کی عوام کو داد دینی چاہیے کہ اس نے اتنے شعور کا split them and divide them.
on کو لڑانے کی، کوشش ہوتی ہے تقسیم کرنے کی communities مظاہرہ کیا ہے۔ کوشش ہوتی ہے
the name of ethnic or sectarian terrorism but the people have risen above that and have resisted above that but the state's responsibility remains paramount. I feel, Mr. Chairman, the
لے Senate initiative لے، Parliament should take charge of it, initiative
current میں ایک نئی جان پڑ گئی ہے، اس میں ایک under your leadership. Senate
you can feel it, the Senate is showing leadership on foreign ہے،
it نہیں رہا، debating club یہ ایک policy, on national security, on issues.
has become an issue oriented, a policy oriented institution and you
on these issues. بھی کر رہی ہے Senate Defence Committee جو ہماری know

So, I would say that this is the time to strike and I think that the House should rise above party affiliation, above party loyalties because the issue is about Pakistan and not any political party. Thank you very much.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جہانگیر بدر صاحب! اس Motion پر جو discussion چل رہی ہے، وزیر داخلہ صاحب نے فرمایا تھا کہ Monday والے دن میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں کب conclude کروں گا۔ مہربانی فرما کر آپ ان سے coordinate کر لیں کیونکہ یہ Motion September سے House میں onward under discussion ہے۔ Although the law and order situation is a continuing thing. آج بھی Karachi situation کو ایوان میں raise کیا گیا ہے تو kindly take notice of the concerns shown by the honourable members from both the sides and kindly get in touch with the Interior Minister that when to conclude it.

Senator Muhammad Jahangir Bader: O.K. Mr. Chairman! I will return it to you. I will contact the gentleman and will tell about this.

Mr. Chairman: Thank you. Shahi Syed *sahib*.

سینیٹر شاہی سید: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں point of order پر کراچی اور بلوچستان پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں تھوڑا late بھی آیا تھا۔

جناب چیئرمین: شاہی سید صاحب، آپ یہ بات point of order پر کیوں کر رہے ہیں۔ Already یہ Motion under consideration ہے تو you may speak on that issue under this Motion. I have got no objection to it.

سینیٹر شاہی سید: پچھلے دو دنوں میں جو میں کراچی کی حالت دیکھ چکا ہوں۔ اگر کسی کو شک ہے کہ یہ بیروت بن گیا ہے تو اس کی حالت بیروت سے زیادہ خراب ہے۔ اگر کسی کو کوئی شک ہے کہ ملک تباہی کی طرف جا رہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کچھ زیادہ ہی ہے کیونکہ جب 16, 17 and 20 کی گنتی چل رہی ہو۔ کراچی جیسا شہر، جو روشنیوں کا شہر ہے، اڑھائی گھنٹے تک آپ کے

سامنے firing جاری رہی۔ ایجنسیاں اور پولیس کہاں ہیں۔ ان حالات میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کی بے حسی ہے۔ رحمٰن ملک صاحب صرف اور صرف telephone پر Chief Minister سے بات کرتے ہیں کہ سختی کی جائے اور وہ کسی ایک یا دو تھانوں کا دورہ کرتے ہیں اور وہاں کے SSP Traffic کو معطل کر کے آجاتے ہیں۔ یہ کیا ڈرامہ ہے؟ جہاں firing ہو رہی ہے وہ اس علاقے میں نہیں جا رہے ہیں۔ مدرسے کے سامنے معصوم بچے مارے جا رہے ہیں۔ ان بچوں کا کیا قصور ہے۔ وہ باقاعدہ ہوٹل میں آتے ہیں اور ہوٹل والے کو بتاتے ہیں اور اس کو ایک طرف کرتے ہیں اور پھر چن چن کر ان بچوں کو مارتے ہیں۔ اورنگی ٹاؤن میں ایک میکینک کو، اس کے دو معصوم بیٹوں کے ساتھ صرف اس لیے قتل کر دیا گیا کہ وہ شیعہ تھے۔ اس پر وہ کب action لیں گے۔ کراچی اسلحے اور بارود کا ڈھیر بنا ہوا ہے۔ لوگ پکڑے جاتے ہیں لیکن پھر چھوٹ جاتے ہیں۔ مجھے بتائیں کہ اب تک جتنے بھی دھماکے ہوئے ہیں چاہے وہ خود کش ہوں یا دوسرے ہوئے ہیں، یہ کہاں سے آئے ہیں، کس نے فتوے دیے، کس نے ان کو چھڑایا اور کس نے بند کروایا۔ خدارا! اس پر توجہ دیں۔ آج جس گھر میں 20 لاشیں گری ہیں تو اس کے گھر میں تو ماتم ہے۔ ایسا روز ہو رہا ہے۔ اب گھنٹوں کا حساب شروع ہو گیا ہے کہ شام کے وقت زیادہ قتل ہوتے ہیں اور صبح کے وقت تھوڑے کم قتل ہوتے ہیں۔ اتنے systematic طریقے سے وہ کسی بھی مدرسے کے سامنے یا کسی بھی ہوٹل پر جا کر یا کسی بھی امام بارگاہ کے سامنے قتل و غارت کرتے ہیں۔ یہ اتنی پولیس اور رینجرز جو پچھلے پندرہ یا بیس سال سے وہاں پر بیٹھی ہوئی ہے آخر یہ کیا کر رہی ہیں۔ ان سے کون پوچھے گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پچھلے دو، تین یا چار دنوں میں جو حالت ہوئی ہے، ویسے تو سکور روزانہ بڑھ رہا ہے اور لوگ تو اب عادی ہو گئے ہیں کہ پندرہ سے بیس لوگ روزانہ قتل ہو رہے ہیں اور جس دن دس لوگ مرتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں کہ آج تو کم ہوئے ہیں اور آج کراچی کے حالات اچھے ہیں۔ ہم کہاں پر کھڑے ہوئے ہیں؟ ہماری نیتیں کیا ہیں؟ میں نے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ بھئی اس میں Opposition and Government سب لوگ ذمہ داری لیں، یہ اکیلے حکومت نہیں کر سکتی، ہر شخص کراچی کے معاملے کو سنجیدگی سے لے۔ وہاں پر طالبان بیٹھے ہوئے ہیں۔ گو کہ وہاں پر طالبان صرف 5% ہیں لیکن 95% criminal لوگ ہیں جو gang war میں involved ہیں۔ اب وہ gang war طالبان کے نام سے کام کر رہا ہے۔ طالبان تو صرف 5% ہیں جبکہ 95% criminal لوگ ہیں۔ یہ اکیسویں صدی ہے، computerized دور ہے، سب کے پاس موبائل فون ہیں، سب کا record ہے، یہاں تک معلومات ہے کہ اس بندے کے account میں اتنے پیسے پڑے ہوئے ہیں۔

علاقوں پر control کر رہے ہیں، بھتے لے رہے ہیں اور برملا لے رہے ہیں۔ خدا کے واسطے اس پر action لیا جائے اور سخت action لیا جائے۔ میں نے پہلے بھی یہ درخواست کی تھی اور اب دوبارہ کر رہا ہوں کہ ہمیں سینیٹ سے کم از کم پانچ یا دس بندوں کی ایک کمیٹی بنا کر وہاں کراچی میں خود بیٹھ جائے اور وہ ان اداروں کو بلائے، وہاں کے وزیر اعلیٰ سے پوچھا جائے، وہاں کے وزیر داخلہ سے پوچھا جائے، وہاں کے گورنر سے پوچھا جائے کہ کس کا کیا کردار ہے۔ ہم تمام پارٹیوں نے لکھ کر دیا، پاکستان پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم اور عوامی نیشنل پارٹی نے لکھ کر دیا ہے کہ across the board operation کیا جائے۔ ہم اگر فوج کا نام لیتے ہیں تو ظاہر سی بات ہے کہ کوئی بھی سیاسی پارٹی یہ نہیں چاہتی کہ فوج آئے۔ ہم فوج کو دعوت نہیں دینا چاہتے لیکن وہاں پر رینجرز بیٹھی ہوئی ہے، پولیس بیٹھی ہوئی ہے لیکن وہ کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ آج ہر باشعور پاکستانی سیاست دانوں سے نفرت کرتا ہے اور یہ آواز بھی اٹھنے والی ہے کہ بھئی فوج آجائے۔ کیوں لوگوں کو تنگ کیا جاتا ہے؟ کیوں ان کو دعوت دینا چاہتے ہو؟ تمام سیاست دانوں کو اور parliamentarians کو چاہیے کہ اس پر غور کریں اور توجہ دیں۔ ورنہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ عوام ایک آواز ہو کر کہے گی کہ بھئی اس سے تو فوجی حکومت بہت اچھی ہے ہمیں ایسی جمہوریت نہیں چاہیے۔ اگر یہی جمہوریت ہے تو ایسی جمہوریت کو کون قبول کرے گا جب آپ لوگ لاشیں دے رہے ہیں۔ کیا یہی جمہوری انتقام ہے کہ روزانہ لاشیں گریں؟ وہاں کا businessman تنگ ہے، وہاں عورتیں، بچے سب لوگ تنگ ہیں۔ حکومتی پارٹی تنگ ہے، Opposition تنگ ہے۔ الزامات اپنی جگہ لیکن حقیقت اپنی جگہ ہے۔ کراچی میں ہر مسلک کے، ہر پارٹی کے اور ہر قومیت کے لوگ مر رہے ہیں۔ اس مسئلے پر تمام مسلک والے، تمام پارٹیوں والوں کو اور تمام قومیت والوں کو توجہ دینا چاہیے۔ خاص طور پر جو یہ پچھلا ہفتہ گزرا ہے، یہ ایک ظلم کی داستان ہے، لاشیں آرہی ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اگر ہماری پارٹی اس پر احتجاج کرے تو اچھا ہوگا۔ ہم واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(اس موقع پر اے این پی کے تمام ارکان نے ایوان سے واک آؤٹ کیا)

جناب چیئرمین: شکریہ۔ طلحہ محمود صاحب! آپ کا ایک Motion ہے item No.3 ہے۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: اس پر میں پانچ منٹ بول دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اس پر میں گزارش کرتا ہوں کہ وزیر ریلوے کی طرف سے request آئی ہے کہ ان کی طبیعت ناساز ہے وہ آج آ نہیں سکتے۔ اس کو defer کر دیتے ہیں، اگر move کریں گے تو somebody should be from the Treasury Benches whether to oppose it or not to oppose it. اس لیے اس کو defer کر دیتے ہیں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: کافی عرصے سے چلتا آرہا ہے۔

جناب چیئرمین: بالکل درست ہے لیکن ان کی in writing request آئی ہے کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو میرے خیال میں leader of the House بھی اس پوزیشن میں نہیں ہوں گے کہ وہ اس پر response دیں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: Next اسی جگہ پر لگوا دیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے next rota day پر لے آتے ہیں۔ item No. 4 کرنل طاہر حسین مشہدی صاحب، موجود نہیں ہیں۔ So it is left over now. جی طلحہ محمود صاحب law and order پر بات کر لیں۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: شکریہ، جناب چیئرمین! آپ نے مجھے law and order پر بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب! اس میں تین جگھوں کا ذکر کیا گیا گلگت بلتستان، بلوچستان اور کراچی۔ اگر ہم تینوں علاقوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائیں تو اس میں کافی چیزیں مشترک ہیں۔ کراچی معیشت کے حوالے سے پاکستان کا hub ہے۔ اگر کراچی ہلتا ہے تو پورا پاکستان ہلتا ہے۔ بلوچستان ایک ایسا صوبہ ہے کہ اس صوبے میں اللہ تعالیٰ نے ذخائر دفنائے ہیں، جن کی exploration کی ضرورت ہے، جو پاکستان کی ترقی کا ذریعہ بن سکتے ہیں، وہاں پر law and order کا مسئلہ ہے۔ گلگت بلتستان کو اگر ہم دیکھتے ہیں تو یہ ذخائر سے بھرا پڑا ہے، یہ وہ علاقہ ہے جو تین چیزوں کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ یہ وہ علاقہ ہے جو پاکستان کو چائنا کے ساتھ ملاتا ہے۔ چائنا معاشی طور پر دنیا کے مضبوط ملکوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ ایسا ملک ہے جو پاکستان کو واقعی اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ پاکستان کے مشکل وقت میں ہمیشہ کام آتا ہے۔ تیسری چیز جو دنیا میں بہت اہم ہے وہ tourism ہے، tourism کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو ایسی خوبصورتی عطا کی ہے جو ساری دنیا کو اپنی طرف attract کر سکتی ہے۔ ان سب چیزوں کو جب ہم ملاتے ہیں تو ان سب چیزوں کا تعلق معاشیات سے بنتا ہے۔

جس جگہ پر law and order کا مسئلہ ہوگا وہاں پر معیشت نیچے جائے گی، جس جگہ پر law and order مضبوط ہوگا، طاقت ور ہوگا وہاں پر معیشت بہتر ہوگی۔ اس وقت جو عناصر چاہتے ہیں کہ پاکستان کمزور ہو وہ یہ حربہ استعمال کر رہے ہیں کہ پاکستان کو معاشی طور پر کچلا جائے اور معاشی طور پر کچلنے کے لیے یہ اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ اس سے ہمارے لوگ suffer کر رہے ہیں، اس وقت مختلف علاقوں میں جو causalities ہو رہی ہیں، چاہے آپ اس کو کراچی کے حوالے سے دیکھیں، بلوچستان کے حوالے سے دیکھیں یا گلگت بلتستان کے حوالے سے دیکھیں یہ علاقے لاشوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان علاقوں میں ہر آدمی جاتے ہوئے خوف محسوس کرتا ہے۔ اگر آپ گلگت بلتستان کا نام لیں گے تو گلگت جاتے ہوئے بھی دو مرتبہ سوچنا پڑتا ہے کہ وہاں پر بھی target killing ہو رہی ہے، sectarian معاملات کو ابھارا جا رہا ہے یہ وہ علاقہ تھا جہاں پر جرم نام کی چیز نہیں تھی، ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے۔ آج سے بیس سال پہلے وہاں پر crime نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور آج یہ وہ علاقہ ہے جس میں اگر کوئی جانا بھی چاہے تو دس مرتبہ سوچتا ہے کہ وہاں جا کر کیا وہ محفوظ رہ سکے گا۔

جناب والا! میں اپنے بھائیوں سے بالکل متفق ہوں جنہوں نے یہاں اس issue کے حوالے سے debate کی، یہ کام پولیس کا ہے، یہ کام رینجرز کا نہیں ہے۔ کراچی میں، بلوچستان میں اور مختلف جگہوں پر اگر ہمیں دیکھتے ہیں تو پولیس کے علاوہ مختلف ایجنسیاں کام کر رہی ہیں۔ اگر کراچی کا ہم نام لیتے ہیں تو وہاں پر سندھ رینجرز ہے، کوسٹ گارڈ کی چوکیاں ہیں، اس کے علاوہ مختلف سیکورٹی ایجنسیوں کے مختلف پلاٹون وہاں پر deputed ہیں، جیسے پنجاب رینجرز ہے، گلگت بلتستان سکاؤٹ ہے، FC کے پلاٹون وہاں پر موجود ہیں اس کے باوجود وہاں پر کنٹرول نہیں ہو رہا۔ میں متفق ہوں کہ یہ کام پولیس کا ہے، ہم نے اپنی پولیس کو کمزور کیا ہے، اپنی پولیس کو وسائل فراہم نہیں کیے۔ آج اگر میں اس ملک کی بات کروں گا تو اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ law and order ہے۔ اگر ہم اس law and order پر قابو پا لیتے ہیں تو ہمارا ملک معاشی طور پر دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کی طرف نکل سکتا ہے لیکن اس کو روکنے کے لیے پاکستان میں law and order کے معاملات کو ابھارنا اور اس مسئلے کو بڑھانا یہ ان لوگوں کی ضرورت ہے جو پاکستان کو کمزور دیکھنا چاہتے ہیں۔

جناب والا! اگر ہم اپنی پولیس کو وسائل دیں، جو اس کی ضرورت ہے، جو ان کا حق بنتا ہے، جو وہ ڈیوٹیاں کرتے ہیں، جس کے وہ حق دار ہیں، وہ حقوق اگر ان کو دیے جائیں اور اگر merit پر اس کی بھرتی ہو تو یہ مسائل اگر فی الفور ختم نہ بھی ہوں تو بہت کم ہو سکتے ہیں۔ جناب والا! کسی علاقے میں اگر

ایک ایسا SHO آجائے جس کی reputation یہ ہو کہ یہ پکڑنے کے بعد چھوڑنے والا نہیں ہے، ایماندار ہے، merit پر آیا ہے تو اس علاقے کے پچاس فیصد جرائم اس کے آنے سے ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ جناب والا! یہ وہ مسائل ہیں جن کو اگر حکومت چاہے تو اس پر بڑی آسانی سے قابو پایا جا سکتا ہے۔ آج ہم فوج کی بات کر رہے ہیں، یہ ضرورت بن چکی ہے۔ کراچی کی بات کرتے ہیں تو کراچی معیشت کا hub ہے، اگر وہاں پر تجارت ہو گی تو ملک کی معیشت بہتر ہو گی۔ کراچی ہلتا ہے تو پورا پاکستان ہلتا ہے، میں آج کل دیکھ رہا ہوں تاجروں کی طرف سے سیکورٹی کے حوالے سے جو requests آرہی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ جناب والا! بلوچستان میں exploration کے حوالے سے اگر پاکستان چاہے تو اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکتا ہے لیکن اس کو اس کام سے روکنے کے لیے وہاں پر ایسے مسائل پیدا کیے گئے ہیں۔ جان بوجھ کر یہ پیدا کئے گئے ہیں تا کہ جو اس ملک کا حق ہے، علاقے کا حق ہے، اس ملک کے رہنے والے لوگوں کا حق ہے اس کو روکنے کے لیے یہ مسائل پیدا کئے جا رہے ہیں تا کہ وہ خزانے ہم حاصل نہ کر سکیں اور ہم ان کے ٹکڑوں پر پلتے رہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ قرضوں میں جکڑے رہیں، معاشی طور پر کمزور رہیں، ہمارے در پر ہر وقت حاضری دیں اور ہم ان سے جو بھی کروانا چاہیں وہ اپنی خواہش سے یا خواہش کے بغیر ہمارے ہر حکم پر عملدرآمد کریں۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ بالکل یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے لیکن سیاسی مسئلہ کے ساتھ ساتھ یہاں پر international involvement بھی ہے۔

سینیٹر محمد طلحہ محمود: جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بالکل political مسئلہ ہے لیکن political مسئلے کے ساتھ ساتھ یہاں پر International agencies involve ہیں جو پاکستان کو کمزور دیکھنا چاہتی ہیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے اپنے ملک میں Law and order کے مسئلے پر قابو پانا ہے تو ہمارے بجٹ کے اندر سب سے بڑا حصہ law and order کا ہے جس کو بہتر کرنے کے لیے ہمیں priority ہونا چاہیے لیکن ہر سال اس کو reduce کیا جا رہا ہے جبکہ law and order کے حوالے سے وزارت داخلہ یا جو بھی security agencies اپنا کردار ادا کر رہی ہیں ان کو fully equipped کرنے کی ضرورت ہے۔ جناب والا، intelligence network ہمیں مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں جو immediate اقدامات کرنے ہیں اس میں ہمیں وہ agencies جو direct involve ہیں۔ ان میں merit کے اوپر بھرتیاں کرنے کی

ضرورت ہے جس سے ہماری بیروز گاری کے اوپر بہتری آسکتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے اس سارے network کو مضبوط کرنے کے لیے ایسے لوگوں کی appointment کرنے کی ضرورت ہے جو میرٹ پر ہوں اور وہ اپنا فرض ادا کرنے میں آزاد ہوں -

جناب والا! یہ تجاویز ہیں جن کے اوپر حکومت وقت بڑی آسانی سے عمل درآمد کر سکتی ہے اور جن political parties کی وہاں پر stakes ہیں ، ان سب کو اکٹھا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے کیونکہ ایک میزبان ضرور ہوتا ہے اس لیے ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے لیکن جب تک اس میں ایک بڑا لیڈر involve نہیں ہوگا تو یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا- اس میں political parties یا ایسے لوگ جن کے stakes وہاں پر موجود ہیں جن کی ان معاملات کے اندر involvement ہے ان سب کو table پر لا کر اس مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے - یہ ہمارے ملک کا مسئلہ ہے - ہمارے لوگوں کا مسئلہ ہے ہمیں انہیں سیکورٹی دینی ہے اور یہ حکومت وقت کا فرض ہے کہ لوگوں کی زندگی اور ان کی جان و مال کی حفاظت کرے- شکریہ-

جناب چیئرمین: جناب فیصل رضا عابدی صاحب-

سینیٹر سید فیصل رضا عابدی: شکریہ، جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کی توجہ ایک بار پھر اس جانب کرانا چاہتا ہوں کہ پچھلے سیشن کے اندر میں نے باقاعدہ یہاں پر آگاہ کیا تھا کہ میری غیر قانونی اور غیر آئینی investigation پولیس اور FIA کے ذریعے سے کی جا رہی ہے اور قائم مقام چیئرمین نے وہاں پر ruling pass کی تھی جس میں وہ letter طلب کیا گیا تھا جو اس ملک کے ادارے میں بیٹھے ہوئے ایک فرعون نے میرے اوپر لکھا اور یہاں پر وہ FIA اور پولیس کی رپورٹ منگوائی جانی تھی - آج ایک مہینہ گزر گیا ہے - جب ایک سینیٹر کے خلاف یہاں رپورٹ نہیں آسکتی تو پھر اتنی ساری گفتگو کے اوپر کونسی رپورٹ یہاں آئے گی اور آج تک میں نے پوری ثابت قدمی سے یہ ثابت کیا ہے کہ میں قانون اور آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہوں کیونکہ 18 کروڑ عوام میں سے 17, 99,99,999 افراد گفتگو کر سکتے ہیں ، بات کر سکتے ہیں اور مجھ پر اتنی شدید پابندی ہے کہ یہاں بکس میں بیٹھے ہوئے لوگ میرے متعلق ایک ticker نہیں دیتے ہیں کہ اوپر سے ایک فرعون اور اس کا ایک شاگرد فرعون میرے پر فرعون بن کر مسلط ہوئے ہیں - میں پھر کہہ رہا ہوں کہ count down میرا جاری ہے - عاشورہ کے بعد میں پھر جو کرنے جاؤں گا - مجھے یقین ہے کہ نہ کوئی سیاست

دان مجھ پر انگلی اٹھائے گا نہ کوئی قانون، اس لیے یہاں رپورٹ منگوائی جائے۔ اگر میں guilty ہوں تو میں یہاں سے استعفیٰ دے کر گھر جاؤں گا، نہیں تو اس فرعون کو سیٹ سے اتارنے کے لیے مجھے پورا حق ہے section 182, CRPC کے تحت اس فرعون پر FIR کٹواؤں۔ آپ یہ ruling دیں اور مجھے کل یہاں پر رپورٹ چاہیے۔ بصورت دیگر کل میرا جو لہجہ ہوگا وہ سب کے سامنے ہوگا۔

جناب چیئرمین: تشریف رکھیں۔

The House stands adjourned to meet again on Tuesday the 13th November, 2012 at 4.00 p.m.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday the 13th November, 2012 at 4.00 p.m.]